بیادگار اعلان خودمختاری دولت آصفیہ

مجلہ نظامیہ کا خصوصی شمارہ

۲۱۶ سنہ آصفی

تاریخ دستور آصفی

(مرتبہ)

ابوالخیر کنج نشین (نظامیہ)

ناشر

انوار المعارف حسینی علم حیدرآباد دکن

۱۳۵۸ھ

مجلہ نظامیہ
جلد ۳ رجب شعبان ۱۳۵۸ھ م مہر آبان ۱۳۴۸ف - اگسٹ و ستمبر ۱۹۳۹ء شمارہ ۱۱-۱۲
عدد ۵-۶

مجلس انوار المعارف کے اغراض و مقاصد

۱- علمی، مذہبی، معاشی، اصلاحی اور تمدنی مسائل کا مطالعہ کرنا۔

۲- جلسے منعقد کرنا۔

۳- تحقیقات کے نتائج کو شائع کرنا

۴- جو اصحاب کم سے کم (عـ۵) یکمشت یا باقساط مرحمت فرمائینگے وہ رکن دوامی کہلائینگے ان کی خدمت میں مجلس کی کتابیں بلا قیمت ارسال کئے جائینگے و نیز مجلہ نظامیہ بلا قیمت بھیجا جائے گا۔

چندہ سالانہ مجلہ نظامیہ ۱ہہ

(بوجہ گرانی کاغذ مقرر کیا گیا ہے)

خط و کتابت و ارسال زر کا پتہ

مہتمم مجلہ نظامیہ حسینی علم حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مملکت آصفیہ کی موجودہ اور گذشتہ ہیئت ترکیبی پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں حالتوں میں کسی قسم کی کوئی یکسانیت نہیں رہی اور نہ ان ایام کا سیاسی دور یکساں رہا ہے بلکہ اس کی ظاہری صورت اور طریقہ عمل میں تبدیلی و نیز اس کے حدود ارضی میں ہمیشہ نمایاں فرق رہا ہے۔

۱۷۶۵ء سے پہلے مملکت آصفیہ کے حدود سلطنت کیا تھے اور اب کیا ہیں تاجروں کی حکومت کا اقتدار کس حد تک تھا اور اب کمپنی کے رؤسا ہند سے تعلقات کس طرح پر تھے مغفرت مآب حضرت افضل الدولہ علیہ الرحمہ کے عہد تک برطانوی حکومت اپنے کو "نیاز مند" لکھنے پر فخر کرتی تھی لیکن آج بھی وہی حکومت ہے اور وہی انرمیبل کمپنی کے جانشین ہیں مگر زمانہ کے پیچ در پیچ انقلاب اور تغیر پذیر حالات کی وجہ سے تدریجی طور پر "اقتدار اعلیٰ" کا حامل تبلا رہی ہے مگر حیدرآباد ہی ایک ایسی عظیم مرتبت سلطنت ہے کہ جس نے ابتک اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ابتک کسی داخلی معاملات میں مداخلت ہوتی ہے البتہ بعض اوقات بلحاظ ضرورت "مشورے" کے نام سے ضرور توجہ دلاتی رہی ہے ان مشوروں کو قبول کرنا یا نہ کرنا دولت آصفیہ کا اختیاری عمل ہے۔

آج سے دوسو سال پہلے حضرت آصفجاہ اول نے جس تدبر اور دانشمندی سے ۲۹ رجب ۱۱۴۲ھ کو اپنی خود مختاری کا اعلان فرمایا ہے اس کی حفاظت ابنائے وطن کیلئے لازمی ہے کیونکہ حب الوطنی میں حاکم اور محکوم دونوں کو یکسانیت ہے اسی لئے ہر زمانہ میں اہل ملک نے اس عظیم الشان واقع کی یاد کو نہ صرف تازہ رکھا بلکہ ہر وقت اور ہر گھڑی سلطنت آصفیہ کی حفاظت کو اپنے پر لازم گردانا جس کا محمود نتیجہ ہے کہ یہاں کی رعایا کو جو خوش حالی اور اطمینان قلبی حاصل ہے اس کی نظیر دنیا کے کسی اور مقام پر مشکل سے نظر آئے گی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حیدرآباد کس طرح خود مختار ہے جبکہ اس کے خارجہ تعلقات میں پابندیاں حائل ہیں کیونکہ کسی سلطنت کی خود مختاری یا استقلال سے مراد یہ ہے کہ اس کے داخلی یا خارجی معاملات کی سرانجام دہی میں کسی اور سلطنت کا دخل اور قابو نہ ہو[1] اسلئے ذیل میں ہم اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں چند دستاویزی شہادت پیش کریں گے جس سے معلوم ہوگا کہ حیدرآباد ایک خود مختار سلطنت ہے۔

عہدنامہ ۱۴ جولائی سنہ ۱۷۹۰ء میں تبلایا گیا ہے کہ

۱۔ اس عہدنامہ کی رُو سے ہر فریق کا وکیل دوسرے فریق کی فوج میں اس غرض سے رہیگا کہ وہ وہاں کے حالات سے اپنی حکومت کو اطلاع دیتے رہے اور یہ بھی چند شرائط کے موافق عمل میں آئے گا۔

---

(۱) قانون بین الممالک ص ۶۸

معاہدہ سنہ ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء میں صراحت ہے کہ

۲ - ہز ہائی نس دی نظام اپنے آپ کو پابند کرتے ہیں کہ آئندہ کسی بھی سلطنت سے کوئی گفت و شنید نہ شروع کریں گے۔ اور نہ جاری رکھیں گے جب تک کہ خود ایسٹ انڈیا کمپنی کو پیشگی اطلاع دے کر باہم مشورہ نہ کرلیں اور معزز ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت اپنی حد تک بذریعہ ہذا اعلان کرتی ہے کہ ہز ہائی نس کے بچوں، رشتہ داروں، رعایا، ملازمین سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کی حد تک ہز ہائی نس مختار مطلق ہیں (۱)

معاہدہ ۸ ذی الحجہ سنہ ۱۲۱۶ھ م ۱۲ اپریل سنہ ۱۸۰۲ء میں ظاہر کیا گیا ہے کہ

۳ - نواب نظام بندرگاہ موسلی پٹم میں کارخانہ تجارت قایم کرنے کے مجاز ہوں گے اور نواب صاحب کے جہازوں پر نواب صاحب کا جھنڈا رہے گا اور نواب صاحب کا جہاز ہندوستان کے تمام بندرگاہوں میں آزادی کیساتھ چلے گا۔

۴ - سنہ ۱۹۱۱ء میں دہلی کے دربار تاجپوشی میں قیصر ہند کی جانب سے حضور نظام ذ آصفجاہ ششم کو ہز مجسٹی کے خطاب سے مخاطب کیا جانا طے ہوا۔ (۳)

مذکور الصدر معاہدات سے یہ امر واضح ہوگیا کہ حیدرآباد داخلی حیثیت سے تو بالکل مختار مطلق اور خارجہ تعلقات کی آزادی کو محدود اور مشورہ کرنے سے پابند کر لیا ہے جیسا کہ اس وقت دنیا کے بعض خود مختار ممالک میں باہمی مشورے سے مشترکہ خارجہ پالیسی مقرر کرنے کا کافی رواج ہے اس قسم کی مختلف پابندیاں عراق، مصر پر بھی رہی ہیں اور حال میں مسعودی اور یمنی حکومتوں میں مشترکہ خارجہ پالیسی کا اصول طے پایا ہے۔ اس طریقہ عمل سے کوئی مملکت کسی اور کی ماتحت نہیں کہلائی جاسکتی " زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" کے اصول پر ہر سیاسی وحدت کو 'ذاتی معاملات میں خود مختارانہ طور سے' اقتدار اعلیٰ ' رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے اس اعتبار سے حیدرآباد خود مختار اور مطلق العنان حیثیت کا حامل ہے اور دوسری خود مختار ریاستوں کی طرح ہر سال اپنی یوم آزادی کا جشن مناتا ہے اور یہی ہماری حب الوطنی کی علامت اور نشانی ہے خلاصہ یہ کہ ان مختلف نظریوں اور مختلف ہستیوں کے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے ملک میں ہمیشہ تغیر و تحرک کی حالت پیدا ہوتی رہی ہے اور اب ہمارے ملک میں ایک اہم سیاسی تغیر ہونیوالا ہے جس کی اہمیت کسی طرح نظر انداز نہیں ہوسکتی جو تغیر اس وقت ہونیوالا ہے وہ درحقیقت نظام جمہوری کی ابتدائی تخلیق ہے ایک ایسا ملک جہاں مختلف مذاہب اور مختلف الخیال اصحاب بستے ہوں وہاں جمہوری نظام کا کامیاب ہونا دشوار نظر آتا ہے کیونکہ اس وقت جن ملکوں میں جمہوریت کا رواج ہے وہاں کے حالات کو بھی دیکھا جائے تو ہر مملکت میں انفرادی آمریت کے آثار ضرور دکھائی دینگے صرف شخصی اور جمہوری الفاظ کے مابین جھگڑا ہے اگر ہم ان دونوں قسم کے نظام سلطنت کے قیام کا واحد مقصد " اچھی حکومت " قرار دیں تو جمہوری نظام کے مقابلہ میں شخصی نظام ہی سب سے زیادہ فائدہ مند نظر آئیگا جس کے ذریعہ رعایا کیلئے دوامی فلاح و بہبودی کی صورت پیدا ہوسکیگی مگر آج کل قوموں کی ذہنیتوں میں اتحاد اور اتفاق کے مقابلہ میں انتشار کے جذبات خود غرضانہ طور پر ایسے کارگر ہوگئے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں اچھی حکومت کا قیام دشوار نظر آرہا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ ملک سے راحت و اطمینان رخصت ہوگیا اور ملک کی سیاسی اور معاشی حالتیں سرعت سے تبدیل پذیر ہو رہی ہیں ایسی صورت میں ہر فرد ملک کیلئے تغیر پذیر شکلوں سے واقفیت نہایت ضروری ہے تاکہ وہ اپنے ملک کے پیدا شدہ اور پیدا کردہ حالات سے واقف رہے

---

(۱) ۱-۲-۳ قانون بین الممالک صفحہ ۱۱۲ صفحہ ۴۴ و ۶۹

یہ مسلمہ امر ہے کہ ہر خواندہ آدمی میں تھوڑا بہت سیاسی مذاق ہونا چاہئے کیونکہ جب تک سیاسی مذاق نہ ہو افراد ملکی معاملات کا فہم پیدا نہیں کر سکتے اور انھیں اپنے ملک کی سیاسیات سے گہری دلچسپی بھی نہیں ہوسکتی ملک سے سیاسی پیچیدگیوں کا خاتمہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اہل ملک کثیر تعداد میں سیاسیات سے واقف ہو جائیں یہ بات اس وقت ہوسکتی ہے جب کہ اہل ملک کے سامنے ایسی مفید اور کارآمد کتابیں لائی جائیں جس میں ملک کے تمام سیاسی معلومات موجود ہوں چنانچہ ہم نے اس قسم کے جویائے علم کے لئے اس چھوٹے سے رسالہ میں سیاسیات اور دنیا کے نظامہائے سلطنت کے علاوہ ملک کے گذشتہ اوحال کے پیدا شدہ تمام اہم سیاسی مسائل کو ایک جگہ جمع کر دئے ہیں اور ساتھ ساتھ دستور جدید کے خاکہ کو بھی ایک مستقل موضوع بناکر پیش کئے ہیں تاکہ اہل ملک کے سمجھنے میں آسانی اور سہولت ہو امید ہے کہ جو لوگ سیاسیات سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں لیتے وہ بھی اسے دلچسپی سے ضرور پڑھیں گے۔ فقط

خادم ملک وملت

ابوالخیر کنج نشیں

۱۵ رجب ۱۳۵۸ھ

مخمس بہ جشن خود مختاری سلطنت آصفیہ

حبذا۔ از جانب کہسار باراں در رسید مژدہ باد۔ ابر کرم چوں ابر نیساں شد پدید
شاہد گل نکہت باد صبا را ہم شمید ساقیا۔ برخیز در دہ جام آمد روز عید
یادگار یوم خود مختاری آصفیہ رسید

از دو صد سال ارچہ بافضل خدائے ذوالمنن تاج آزادی بہ فرق شاہ باشد مرتہن
مایۂ ناز جہاں اکنوں ست ایں پر گل چمن باغ امید است بنگر خطۂ ملک دکن
از طفیل شاہ خود مختار عثمان زمن

ای کہ از فیض تو دیدم علم و فن را با مراد آں تو ئی نیکو شیم فرخ منش عالی نژاد
عادل و باذل شجیع و ذی ہمم را د و جواد فی الحقیقت ہیچکس دیدہ نہ چوں تو خوش نہاد
بلکہ اصلا ما در گیتی چنیں کس را نہ زاد

دفتر تنظیم چوں گردید یکسر پاش پاش گشت دامنگیر ہر کس را بسے فکر معاش
حاجت مرہم ضروری بود بہر ایں خراش آدمی تا راز خود بر دیگراں گرد د نہ فاش
میر عثمان علی خاں تا قیامت زندہ باش

روز نوروزی مقابل کے شود از روز ایں آں شنیدہ ہست برکات موخر را بہ بیں
اے تراب آن یادگار از پارسیاں بہتر یں ایں ز خود مختاری سلطان ذی دیں متیں

جناب خواجہ محمد بوتراب صاحب قدیری الصدیقی منشی فاضل مدرس رسی کلیہ جامعہ نظامیہ

تہنیت خود مختاری مملکت اسلامیہ آصفیہ
صانہا اللہ عن الفتنہ والبلیتہ

اساسِ سلطنت چوں او بنا کرد چہ حقِ عدلِ آصفجاہ ادا کرد
بہ گلزارِ دکن عثمان نگہ کن! کہ غنچہ راگلِ خنداں صبا کرد

دوسو سولھویں سالگرہ اعلان خود مختاری کے موقع پر ہمارے سینے گوناگوں جذبات سے مملو ہیں ۔ایک طرف حکمرانان آصفی اور خاص کر جلالت مآب حضرت آصف سابع کے احسانات ہماری وسعت شکر سے بالا ہیں کہ ان کی کوششوں اور نیک نیتوں کے طفیل خدائے لایزال نے ہمیں آج بھی آزاد ملکوں کی صف میں شرکت کا مستحق رکھا ہے ۔ دوسری طرف حکومت آصفی کی کارگزاریاں لائق ستائش ہیں کہ آج ملک میں چو طرف احساس خودی ،شعور خود مختاری، اور جذبات خود داری ، روز افزوں ہمہ گیری اور گہرائی اختیار کرتے جارہے ہیں اور ساتھ ہی ابنائے وطن کی کوششیں قابل اطمینان ہیں جنکے تعاون کے بغیر حکمراں یا حکومت کی یکطرفہ کاروائیاں صدا بصحرا سے زیادہ نہیں ہوسکیتں مجلہ نظامیہ علی قدر مراتب سب کی خدمتمیں اس حقیقی عید ملی کی تہنیت پیش کرتا ہے اور بارگاہ مالک الملک میں دست بدعا ہے کہ جلالت مآب حضرت آصف سابع کے سایۂ ہما پایہ میں ہمیں ہر سال تاقیام قیامت یہ عید منانی نصیب ہو اور ہمیں توفیق ہو کہ ملک میں اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ کی تعمیل کریں اور اِنّ الارض یرثھا عبادی الصالحون کے مصداق بنیں اور فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ سے سدا متمتع رہیں ۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویاسین ۔

خادم ملک و ملت
ابو الخیر کنج نشین عفا اللہ عنہ

جب الوطنی میں راعی و رعایا کی یکساں شرکت

پیام بندگان جلالت مآب اعلیحضرت شمس الملت و الدین سلطان العلوم وسع اللہ ملکہ و سلطنتہ
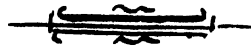
"ہم کو نظام الملک اوّل کا ممنون ہونا چاہئے جنھوں نے اپنی اعلیٰ فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ مامون کر کے خود مختار بنایا۔ اس عظیم الشان واقعہ کی یادداشت قابل ہے کہ اس کو دائماً تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کیلئے مزید کوششیں عمل میں لائیں۔"

(از جریدۂ غیر معمولی یکم شعبان ۱۳۴۲ھ ہجری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم السیاست | علم السیاست وہ علم ہے جس کا مبحث سلطنت ہے اور جس کا مقصود یہ ہے کہ سلطنت پر اس طرح غور کیا جائے کہ جس سے سلطنت کی بنیاد اور اس کی حقیقت و ماہیت، اور اس کے مختلف اشکال و مظاہر اور اس کے نشو و نما سب پر احاطہ ہو جائے۔

سلطنت کے اجزائے ترکیبی | سلطنت کے اجزائے ترکیبی حسب ذیل امور داخل سمجھے گئے ہیں۔

۱۔ اراضی، ۲۔ آبادی، ۳۔ اتحاد عمل، ۴۔ نظم و نسق۔

اب ان میں سے ہر ایک پر تھوڑی سی بحث کی جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک معین اراضی کے بغیر سلطنت وجود میں نہیں آسکتی جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ خود یہودی قوم دور دراز اراضی میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن یہ کسی خاص مملکت پر قابض و دخیل نہ ہونے سے ان کی کوئی سلطنت قرار نہیں پا سکتی

علمائے سیاسیات میں سے ایک پروفیسر کی یہ بھی رائے ہے کہ سلطنت وہ انسانوں کی ایک وسیع اجتماع ہے جو باہم کسی مملکت پر قابض ہوتا ہے مگر مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ اراضی کے خیال کو لازمی قرار دیا جائے علی ہذا آبادی کا لزوم بھی ایسا ہی ضروری ہے اس کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ زمین کا کوئی غیر آباد حصہ بجائے خود سلطنت نہیں ہو سکتا تیسری شرط اتحاد عمل ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ مملکت زیر بحث اور اس کی آبادی کو کسی وسیع تر سیاسی محیط کا جزو نہ ہونا چاہیئے نہ اس مملکت میں کوئی ایسا جز شامل ہونا چاہیئے جو جغرافی حیثیت سے تو اس کا جز ہو مگر سیاسی حیثیت سے اس سے الگ ہو۔ امریکہ میں مختلف جدا جدا سلطنتیں ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک اصطلاحی معنی میں سلطنت نہیں ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس مجموعۂ سیاسی کا جزو ہے جسے ریاست ہائے متحدہ کہتے ہیں ریاست ہائے متحدہ بحیثیت مجموعی ایک سلطنت ہے مگر اس کا ہر جز سلطنت نہیں ہے اس اعتبار سے سلطنت کی تعریف اس طرح کیجائے کہ سلطنت ایک قوم ہے جو ایک معین مملکت کے اندر پابندی قانون کی ضرورت سے ایک منتظم حالت میں قائم ہو۔

نظام سلطنت | اوپر ہم نے اس کی صراحت کر دی ہے کہ قیام سلطنت کے لئے اراضی۔ آبادی۔ اتحاد عمل اور نظم و نسق کی ضرورت ہے بلا اس کے کوئی سلطنت سلطنت نہیں کہلائی جا سکتی۔ خواہ نظم و نسق افراد کی رضامندی کے ساتھ ہو یا بلا رضامندی ہر صورت میں غالب شخص کی اطاعت ہو یا عام رضامندی و استمزاج پر۔ عہد قدیم میں نظام سلطنت کا معیار شخصی تھا۔ اور سلطنت کا اقتدار اعلیٰ اور اس کی عظمت ایک متنفس میں مجسم ہو کر ظاہر ہوتی تھی۔

شاہی اور جمہوریت میں فرق صرف اس قدر ہے کہ جمہوریت میں ایک صدر یا رئیس ہوتا ہے جو خود کو قلیل التعداد طبقہ اعیان یا کثیر التعداد عوام کا خادم، یا نائب سمجھتا ہے برعکس اس کے بادشاہ کسی کا تابع نہیں ہوتا بلکہ حکومت پر آزادانہ قبضہ رکھتا ہے۔

اسلامی نظام حکومت | لیکن اس کے برعکس اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ حکومت و بادشاہی صرف اللہ کیلئے ہے ان الحکم الا للہ ، بندوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ کے غلاموں کو اپنا غلام بنائیں ان کا کام صرف یہ ہے کہ اس کے نائب یا خلیفہ کی حیثیت سے اس کے بندوں کی خدمت و اصلاح کریں اور جو قوت انھیں حاصل ہو اسے اپنی نفس پروری کے بجائے خلق اللہ کی فلاح وبہبودی میں استعمال کریں اس خلافت یا وراثت ارضی کی اہلیت کے لئے پہلی شرط عمل صالح ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے :-

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انھیں زمین میں"
"اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے کے لوگوں کو بنایا تھا"

اسلام میں خلافت یا حکومت کی بنیاد حضرت صدیق رضؓ کے عہد میں پڑی۔ لیکن نظام حکومت کا دور حضرت عمرؓ کے عہد سے شروع ہوتا ہے اب یہ دیکھا جائے کہ حکومت کی ترتیب و ساخت کیا تھی یعنی شخصی تھی یا جمہوری یعنی سلطنت کا میلان ذاتی اختیارات پر تھا یا عام رائے پر جمہوری اور شخصی طریق حکومت میں جو چیز سب سے بڑھکر مابہ الامتیاز ہے وہ عوام کی مداخلت اور عدم مداخلت ہے یعنی حکومت میں جس قدر رعایا کو دخل دینے کا زیادہ حق حاصل ہوگا اسی قدر اس میں جمہوریت کا عنصر زیادہ ہوگا ۔

سلطنت جمہوری کی اخیر حد یہ ہے کہ مسند نشین حکومت کے ذاتی اختیارات بالکل فنا ہوجائیں اور وہ کارکن جماعت کا صرف ایک ممبر رہجائے اس کے برخلاف شخصی سلطنت میں تمام دارومدار صرف ایک شخص پر ہوتا ہے اسی بناء پر شخصی سلطنت سے خواہ مخواہ نتائج ذیل پیدا ہوتے ہیں۔

۱- بجائے اس کے کہ تمام قابل اشخاص کی قابلیتیں کام میں آئیں صرف چند ارکان سلطنت کی عقل و تدبیر پر کام چلتا ہے۔

۲- چونکہ بجز چند عہدہ داروں کے اور لوگوں کو انتظامات سے کچھ سروکار نہیں ہوتا اسے قوم کے اکثر افراد سے انتظامی قوت وقابلیت مفقود ہوتی جاتی ہے ۔

۳- مختلف فرقوں اور جماعتوں کے خاص خاص حقوق کی اچھی طرح حفاظت نہیں ہوتی کیونکہ جن لوگوں کو دخل ہوتا ہے ان کو غیروں کے حقوق سے اس قدر ہمدردی نہیں ہوسکتی ۔ جتنی خود ارباب حقوق کو ہوسکتی ہے ۔

۴- چونکہ بجز چند ارکان حکومت کے کوئی شخص ملکی اور قومی کاموں میں دخل دینے کا مجاز نہیں ہوتا اسے قوم میں ذاتی اغراض کے سوا قومی کاموں کا مذاق معدوم ہوجاتا ہے ۔

حضرت عمرؓ نے بغیر کسی مثال اور نمونے کے اپنے عہد میں جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی اور جو چیزیں حکومت جمہوری کی روح ہیں اس وقت سب وجود میں آگئی تھیں ان میں سب کا اصل الاصول مجلس شوریٰ کا انعقاد تھا اور تمام کام اس مجلس کے مشورے سے انجام پاتا تھا مجلس شوریٰ کے علاوہ ایک اور مجلس بھی تھی جہاں روزآنہ کے انتظامات اور ضروریات پر گفتگو ہوتی تھی۔

مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ عام رعایا کو انتظامی امور میں مداخلت حاصل تھی صوبجات اور اضلاع کے حاکم اکثر رعایا کی مرضی سے مقرر کئے جاتے تھے اور بعض اوقات انتخاب کا طریقہ عمل میں آتا تھا۔ حکومت جمہوری کا ایک بہت بڑا اصول یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے حقوق اور اغراض کی حفاظت کا پورا اختیار اور موقع دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کی حکومت میں

ہر شخص کو نہایت آزادی کے ساتھ موقع حاصل تھا، لوگ علانیہ اپنے حقوق کا اظہار کرتے تھے۔

حکومت جمہوری کا اصلی زیور ہے کہ بادشاہ ہر قسم کے حقوق میں عام آدمیوں کے ساتھ برابری رکھتا ہو یعنی کسی قانون کے اثر سے مستثنیٰ نہ ہو ملک کی آمدنی میں ضروریات زندگی سے زیادہ نہ لے سکے عام معاشرت میں اس کی حاکمانہ حیثیت کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے اس کے اختیارات محدود ہوں ہر شخص کو اس پر نکتہ چینی کا حق حاصل ہو۔ غرض یہ سب امور حضرت عمرؓ کے عہد میں معراج کمال پر پہنچے ہوئے تھے۔ برخلاف اس کے عہد حاضر میں بھی جمہوری نظام ہے۔ جب کبھی کوئی قوم دوسری قوم کو مغلوب کرتی ہے تو اس کو حکومت و سلطنت میں صرف اسلئے شریک نہیں کیا جاتا کہ وہ حکمران قوم کی نسل سے نہیں ہے مگر اسلام اس سے کوسوں دور ہے اسلام میں نسل، قوم یا وطن کا کوئی امتیاز نہیں وہ انسان کو بحیثیت انسان ہونے کے خطاب کرتا ہے وہ حکومت قوم پر قوم کا حامی نہیں وہ حکومت صالح پر غیر صالح کے اصول پیش کرتا ہے اور یہی اصول داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء راشدین سے چلا آرہا ہے گو بعد میں اسلامی نظام سلطنت میں مختلف تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں لیکن ہمیشہ نظام سلطنت کا اصل معیار صالح پر غیر صالح سے ہٹا ہوا نہیں رہا اور نہ قومیت اور نسل کا امتیاز رہا جس طرح مسلمانوں نے عباسی خلفاء کی طرح ترکی خلفاء کی امامت کو جائز سمجھا اسی طرح اگر آج انگریز مسلمان ہو جائیں اور اپنی اہلیت۔ کا ثبوت پیش کریں تو یقیناً فرماں روائے انگلستان کی امامت تسلیم کرنے میں مسلمانوں کو کبھی بھی تامل نہ ہوگا اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ شارع اسلام کا صریح فتویٰ ہے کہ" سنو اور اطاعت کرو خواہ تمہارے اوپر ایک گنجا حبشی غلام ہی حاکم بنا دیا جائے " اسلامی نظام کی اصلی روح ہے جو ابتدا سے ابتک مسلمانوں میں کام کر رہی ہے جس کی نظیر دنیا کبھی بھی پیش نہیں کرسکتی۔

عہد حاضر کے تین نظام | اس وقت دنیا میں فاشسٹ[۱] - نازی[۲] - بالشویک[۳] کے نام سے تین نظام قایم ہیں۔

(۱)۔ فاشسٹ پارٹی اٹلی کے انتہا پسند اشتراکیوں کے مقابلہ کے لئے ۱۹۱۹ء میں بنی تھی اس کا نام لاطینی کے ایک لفظ فاشیز سے ماخوذ ہے۔ فاشیز قدیم رومنوں کے دور اقتدار میں چھڑیوں کے اس بنڈل کو کہتے تھے جو جلاد کے آلہ قتل کے ساتھ بندھا ہوتا تھا۔ رومن چیف مجسٹریٹ سنگین مجرم کو پہلے چھڑیوں یا بیدوں کی سزا دیتا تھا پھر قتل کرا دیتا تھا۔ اس کے بعد اطالوی زبان میں یہ لفظ انتہائی نظم وضبط کے لئے استعمال ہونے لگا۔ مسولینی نے یہی نام اپنی پارٹی کے لئے اختیار کر لیا اس پارٹی کا اصل اصول یہ ہے کہ سب کچھ حکومت کی بہتری کے لئے وقف رہے کوئی چیز حکومت کے دائرہ مفاد سے باہر نہ ہو اور کوئی حرکت حکومت کیخلاف نہ ہو۔

(۲)۔ نازی جرمنی کی قوم پرست پارٹی کا نام ہے جو ہٹلر نے ۱۱ر نومبر ۱۹۲۳ء کو بنائی تھی ہٹلر ۱۹۱۹ء میں جرمن مزدوروں کی پارٹی میں شامل ہوا تھا، بعد ازاں اس کا صدر بن گیا۔ ۱۹۲۳ء میں بغاوت کے جرم میں اسے قید کیا گیا ۱۹۲۸ء میں بارہ نازی ممبر جرمن پارلیمنٹ کے لئے منتخب کئے گئے۔ ۱۹۳۰ء میں نازی ممبران کی تعداد ۱۰۷ ہو گئی انہوں نے خاکی پوشوں کی ایک پرائیوٹ فوج بنائی جس نے جا بجا یہودیوں کمیونسٹوں اور اشتراکیوں پر یورشیں کیں، اور اس طرح ملک میں ہمہ گیر اقتدار حاصل کر لیا فوجی پارٹی کی مدد سے ہٹلر جرمن کا چانسلر بن گیا فیلڈ مارشل ہنڈ برگ کی وفات پر چانسلر اور پریسیڈنٹ کے عہدے ہٹلر کی ذات میں جمع کر دئے گئے۔

۳- بالشویک۔ بالشویزم روسی زبان کے ایک لفظ بالشنسٹو سے ہے جس کے لغوی معنی اکثریت کے ہیں سنہ ۱۹۰۵ء میں روس کے انقلاب پسند اشتراکیوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں اکثریت والی پارٹی کا نام بالشویک قرار پایا اور اقلیت کو منشویک کہنے لگے۔ بالشویکوں نے لینن کی قیادت میں سرمایہ داری کے نظام کو جبراً تباہ کر دینے کی دعوت شروع کر دی۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں یہ لوگ کامیاب ہوئے اور روس میں ان کی جمہوریت قائم ہو گئی اس نظام میں مختلف طبقات مثلاً مزدوروں، کسانوں، سپاہیوں وغیرہ کی مجلسیں بنی ہوئی تھیں جنھیں سوویٹ کہتے ہیں یہ مجلسیں نمائندے منتخب کرتی ہیں لیکن اسٹالن نے ڈکٹیٹر شپ قائم کر لی ہے اور بالشویک حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سنا جاتا ہے۔

درجہ نوآبادیات | قانون دستوری میں درجہ نوآبادیات کی صراحت اس طرح کی گئی ہے کہ "یہ سلطنت برطانوی کے اندر خود مختار جماعتیں ہیں ان سب کا درجہ برابر ہے۔ اگرچہ تاج برطانیہ کی مشترک وفاداری ان سب کو باہم متحد کرتی ہے تاہم اپنے اندرونی یا بیرونی معاملات میں یہ کسی طرح دوسرے کی ماتحت نہیں اور آزادی کے ساتھ بحیثیت رکن برطانوی دولت مشترکہ میں شریک ہیں۔"[1]

ذمہ دار حکومت | تمام نوآبادیوں کے دستوروں کی مشترک خصوصیت یہ ہے کہ ان سب میں ہر جگہ ذمہ دار حکومت ہے یعنی حکومت کی وہ شکل جس میں قوت عاملہ جمہور کی منتخب کی ہوئی قوت آئین ساز کے سامنے جوابدہ ہو ہر نوآبادی کی "خود مختاری" اور سیاسی قوت اسی طرح ظہور پذیر ہوتی ہے۔[2]

طریقہ انتخاب | انتخابات دو قسم کے ہوتے ہیں مشترکہ اور علیحدہ (جداگانہ) مشترکہ انتخاب میں رائے دہندہ عوام کے ایک رکن کی حیثیت سے رائے دیتا ہے اور جداگانہ انتخاب میں کسی خاص فرقہ یا طبقے کا رکن کی حیثیت سے رائے دیتا ہے۔

دکن ایک اسلامی ریاست ہے | آج سے چھ سو سال پہلے مسلمانوں نے دکن کو فتح کیا اور دکن پر اسلامی حکومت قائم فرمائی۔ دولت بہمنیہ، قطب شاہیہ اور مغلیہ کے قدیم آثار تاریخ میں نمایاں ہیں کہ مسلمانوں نے دکن میں اپنی رواداری اور انصاف پرستی کے غیر فانی نقوش مرتسم کر دیے ہیں سنہ ۱۱۲۲ھ م ۱۷۱۳ء میں دکن کی سلطنت دولت مغلیہ میں شامل ہو گئی اور یہاں کی خدمت نواب فیروز جنگ بہادر سے تفویض ہوئی اور سنہ ۱۱۳۲ھ میں حضرت آصفجاہ اول یہاں کے صوبہ دار مقرر ہوئے لیکن اس عہد میں سلطنت مغلیہ کی حالت ابتر ہوتی گئی ملک میں شہنشاہ کی کوئی وقعت و عظمت نہ تھی۔ ملک سے امن و امان جاتا رہا اور طوائف الملوکی پھیلنا شروع ہوئی۔ بعض امراء حضرت آصفجاہ اول کا غیر معمولی شخصیت سے متاثر ہو کر شہنشاہ دہلی کو آصفجاہ کے خلاف ابھارنے کی کوشش کی چنانچہ مبارز خاں صوبہ دار نے

دولت آصفیہ کی خود مختاری | شکھر کھیڑ علاقہ برار کے مقام پر سنہ ۱۱۳۷ھ میں ایک خون ریز لڑائی لڑی جس میں حضرت آصفجاہ اول کو کامیابی ہوئی اور اس تاریخ سے دکن کا تعلق شہنشاہ دہلی سے منقطع ہو جاتا ہے اور دکن پر حضرت

---

[1] آل پارٹیز کانفرنس ص۵۔ [2] آل پارٹیز کانفرنس ص۹

آصفجاہ اول خود مختار حکمراں کی حیثیت سے فرماں روا رہے ہیں۔

۲۹ رجب ۱۱۴۲ھ سے ملک میں حریت کے جذبات پیدا ہوتے رہے۔ دکن میں شعور پیدا ہوتا رہا۔ دکھنی قومیت اور مشترکہ تمدن کی بناء قایم ہوئی۔

طرز حکمرانی | حضرت آصفجاہ اول نے نہایت کمال تدبر سے دکن میں خود مختار سلطنت کی بناء ڈالی اور آسائش و فلاح رعایا کی خاطر دستوری بادشاہت کی مثال قایم کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر دکھایا کہ راعی اور رعایا دونوں کا ایک مقصد اور ایک ہی مطمح نظر ہے۔

حضرت مغفرت مآب نے دستور کا بنیادی اصول اسلامی سلطنت قرار دیا اور عہدہ وزارت کے ساتھ شیخ الاسلام کی خدمت کو سب سے زیادہ اہمیت عطا فرمائی۔ یہ قاعدہ تھا کہ جب آپ برآمد ہوتے تو پہلا کاغذ جو ملاحظہ میں پیش ہوتا وہ صدارت سے متعلق ہوتا تھا اس طرح آپ کے عہد میں صدر الصدور کی اہمیت تھی جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے

اس بنیادی تصور کے بعد مغفرت مآب نے جن اہم اصول پر حکمرانی کی بناء رکھی وہ حسب ذیل ہیں :-

۱- بادشاہ کو بذاتہ قتل کا حق نہیں ہے شریعت کے مطابق حکم جاری ہونا چاہیئے

۲- تمام نزاعیں بالکل قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ حکام عدالت کو ہی دینی چاہیئے ان پر کسی طرح کا کوئی ناجائز دباؤ نہ پڑنا چاہیئے۔

۳- مذہبی آزادی معمول و قاعدہ کے تحت سب کو حاصل رہے اور سب کے ساتھ رواداری برتی جائے۔

۴- رؤسائے غیر سے مسالمت برتی جائے۔ [1]

دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ | سلطنت اسلامیہ آصفیہ سے انگریزی تعلقات کی ابتداء حضرت غفران مآب کے عہد سے شروع ہو گئی تھی مگر وہ تعلقات دو دوستوں کے سے نہ تھے بلکہ ایک فریادی اور فرماں رس کے سے تھے مگر مغفرت مآب کے وفات کے بعد انگریز، فرانسیسی قوم ان پر اپنا اثر قائم کرنے کے لئے مخالف اسباب پیدا کئے۔ باہمی خانہ جنگیاں جو بادشاہت کے لئے پیدا ہو گئی تھیں ان کے دفع کرنے کے عہد میں انگریزی سفارت کی ابتداء ۱۱۷۳ھ م ۱۷۵۹ء میں پیدا ہو گئی آخرکار انگریزی قوم کا ہی اثر سلطنت آصفیہ پر معاہدات کی بناء پر قایم ہو گیا۔

حضرت افضل الدولہ علیہ الرحمۃ کے عہد تک گورنر جنرل اور رزیڈنٹ دونوں نیاز مندت مخاطب کرتے رہے ۱۲ اکتوبر ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی رو سے حکومت نظام و آنریبل کمپنی کے مشترکہ دشمن (فرانس) دوسری مخالفت سے کسی قوم کے تعلقات پیدا نہیں کر سکیں گے اس کے عوض کمپنی نے وعدہ کیا کہ اسے حضور نظام کے بیرون اقربا، مداموان، رعایا، ملازمین سے کسی قسم کا کوئی واسطہ نہیں ہے اور ان کی حد تک حضور نظام مختار مطلق ہیں لیکن اس معاہدہ کی رو سے بھی حضور نظام کی بنا، جو آزادی سلب نہیں ہوئی جبکہ ایک دوستانہ اقرار کے ذریعہ منتقلی کا عمل رہا ہے بایں ہمہ اس زمانہ میں بھی یورپ کی عیسائی سلطنتوں کیلئے کسی برتر منتشرکہ سردار کو ماننا اور اسے اپنے معاملات میں دخل دینے کا حق اور اجازت دینا اقتدار اعلیٰ

۱- ماخوذ از وصایا آصف جاہ بہ ناصر جنگ شہید

کے منافی نہیں سمجھا گیا اس لحاظ سے حیدر آباد ایک خود مختار مملکت ہے اور نافذ الوقت معاہدات کے تحت اس پر قانون بین الممالک کا اطلاق ہوتا ہے

خود مختاری کے اساسی اصول | کسی سلطنت کی خود مختاری یا استقلال سے مراد یہ ہے کہ اس کے داخلی یا خارجی معاملات کی سرانجام دہی میں کسی اور سلطنت کا دخل اور قابو نہ ہو "جیو اور جینے دو" جس طرح افراد انسانی کے باہمی تعلقات کا مسلمہ اصول ہے اسی طرح ہر سیاسی وحدت کو اپنا علیحدہ وجود باقی رکھنے اور برتنے کا حق حاصل ہوتا ہے صرف دوسروں کے مماثل حقوق کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ [۱]

سلطنت آصفیہ دولت مغلیہ کی جانشین ہے۔ | ہز ہائی نس مہاراجہ اندور حیدر آباد کے ضلع بیدر کے مواضع پارنہ وبابل گاؤں کے موروثی پٹیل ہیں اور ۱۹۲۳ء میں مالگزاری نے اس تعلق کو ختم کرنا چاہا تو دربار ہولکر کی باصرار درخواست پر کہ یہ بزرگوں کی نشانی ہے حسب فرمان خسروی مورخہ ۱۸ رذی الحجہ ۱۳۴۱ھ سال کے حقوق کی حفاظت منظور کی گئی بعض مہاراجگان راجپوتانہ۔ بہ تفصیل ذیل مثل جے پور، جودھپور، بیکانیر وغیرہ کی جاگیریں اور انعام حیدرآباد کے صوبہ اورنگ آباد میں ہیں اور ان کے نائب عیدین کے موقع پر صوبہ دار اورنگ آباد کو نذر پیش کرتے ہیں یہ علاقے مغلیہ سلاطین کے عطا کردہ ہیں حال میں استحقاق دفینہ، مقدمات عدالتی جانوران شکاری قبرستان مرگھٹ وغیرہ سے متعلق اختیار سماعت کی بحث ہوئی تھی اور حکومت حیدرآباد کے اس استدلال کو ان انعامداران راجاؤں اور حکومت برطانوی ہند نے بھی تسلیم کیا کہ ممالک محروسہ سرکار عالی کی حد تک حکومت حیدرآباد حقوق و فرائض کے لئے حکومت مغلیہ کی جانشین ہے [۲]

تقریر شاہی [۳] | دوصد سالہ جشن استقلال دولت آصفیہ کی تقریب میں حضرت جلالت مآب شاہ دکن وسع اللہ ملکہ و سلطنتہ نے تقریر شاہی میں اس طرح فرمایا کہ:-

" حضار دربار کو غالباً معلوم ہوگا کہ ہمارے آج یہاں جمع ہونے کی غرض یہ ہے کہ ہم ایک ایسے عظیم الشان اور دلچسپ تاریخی واقعہ کی دوسری صدی کی یادگار منائیں جو میرے خاندان نیز اس ملک کے متعلق ہے جس پر سلاطین آصفیہ نے دوسو سال تک حکمرانی کی ہے۔ نواب نظام الملک اول کو اللہ تعالیٰ نے عجیب اوصاف ودیعت کئے تھے یعنی ان میں ذاتی شجاعت اور اعلیٰ تدبر کے جوہر موجود تھے اس کے سوا انہوں نے فن سپہ سالاری میں درجہ کمال حاصل کیا تھا۔ انہیں اوصاف کی وجہ سے ان کی پر رعب شخصیت اٹھارویں صدی عیسوی میں نمایاں تھی اس زمانہ میں مغلیہ سلطنت دہلی سرعت کے ساتھ روبہ زوال تھی لیکن یہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر کوئی قوت اس کے زوال کو روکنے اور سلطنت میں از سر نو استحکام پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے تو وہ نظام الملک اول کی قوت ہے جو ہندوستان اور دکن میں دور دراز کے صوبہ جات نے ان کے زور شمشیر کو مان لیا تھا اور وہاں ان کی شجاعت اور سخاوت کی شہرت پھیل گئی تھی جہاں کہیں وہ گئے وہاں فساد و بغاوت کی کالی گھٹائیں منتشر ہوگئیں اور سلطنت کا کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جس نے ان کی اطاعت اور فرماں برداری میں سر تسلیم خم نہ کیا ہو مگر باوجود ان باتوں کے ان کا دل دکن نے لبھا لیا تھا۔ کیونکہ وہ اس ملک سے اپنے پیارے بچے کی

۱- قانون بین الممالک صفحہ [۲] قانون بین الممالک صفحہ ۔ [۳] جریدہ غیر معمولی یکم شعبان ۱۳۴۶ھ

طرح محبت کرتے تھے ان کی حکومت بہر وجوہ مطلق العنان اور خود مختارانہ تھی تاہم انہوں نے کل ذاتی اغراض کو بالائے طاق رکھکر اس وقت تک تخت دہلی سے قطع تعلق نہیں کیا جب تک کہ شہنشاہ اکبر کے عہد اور ان کے خاندان کی اصلی شان و شوکت کے از سر نو قائم ہونے کی موہوم سی امید باقی تھی اس مقصد کی تکمیل میں ایسے منہمک ہوئے کہ انہوں نے بڑے ایثار نفس سے کام لیکر دکن کو ایک عرصہ کے لئے خیرباد کہا اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں کے زمام سلطنت کو اپنے قوی ہاتھوں میں لیں وہ شرافت اور شجاعت کی روح رواں تھے لیکن وفاداری کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض بھی ... انہیں ان کو جلد معلوم ہوگیا کہ سلطنت کا مرکز عمل کمزور ہوگیا ہے اور بابر و تیمور کی نسل کی حالت اس قدر خراب ہوگئی ہے کہ ان میں وفاداری کی قدر کرنے کا مادہ زائل ہوگیا ہے اور وہ اپنی وقعت کھو بیٹھے ہیں۔ شاہی دربار میں اپنی حالت کو مایوس کن پاکر انہوں نے پھر جنوب کا رخ کیا اور دکن کو جس سے انہیں پہلے ہی سے انس تھا واپس آئے ان کی خود مختاری میں کسی کو کلام نہیں تھا مگر جب تک استحکام سلطنت کی امید تھی وہ اپنے تعلق کو منقطع کرنا نہیں چاہتے تھے اس دفعہ جب وہ دکن کو واپس آئے تو ان کو خیال ہوا کہ خاندان مغلیہ معدوم ہوگیا ہے اور شاہی شجر جس کی ڈالیاں ہندوستان پر اب تک سایہ افگن تھیں وہ جڑ تک پژمردہ اور خشک ہوگیا ہے تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ ان کا یہ اندازہ کس قدر صحیح تھا تخت دہلی پر یکے بعد دیگرے بادشاہ تخت نشین ہوتے گئے اور غیر وفادار فریقوں کی باہمی سازشوں نے ان کو اپنی خواہش پر معزول بھی کر دیا ذاتی وقعت اور خودداری اس امر کو روا نہیں رکھ سکتی تھی کہ ایک ایسے تخت و تاج کے ساتھ تعلق قایم رکھے جو قعر مذلت میں گر چکا تھا اور آصف جاہ اول کیلئے مقتضائے شرافت یہی تھا کہ وہ اپنے خاندان اور ملک کے مفاد کی غرض سے جس پر حکمرانی کر رہے تھے خود مختاری کا اعلان کر دیں انھوں نے اس کام کو خلوص نیت کے ساتھ کیا کوئی اتحاد یکطرفہ ہو نہیں سکتا اور استحکام صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ باہمی فرائض اور ذمہ داریوں کا طرفین سے اعتراف کیا جائے تاریخی واقعات نے ان کو اس منصب پر پہنچایا تھا لیکن مشیت ایزدی نے اس کی تکمیل کر دی دکن کی خود مختاری کے اعلان کے ساتھ گورنمنٹ بھی مستحکم بن گئی جس میں دہلی کی سی سازشوں کا شائبہ نہیں تھا اور نظام الملک کی رعایا کے لئے دوامی طور پر فلاح و بہبودی کی صورت پیدا ہوگئی اس وقت سے ابتک دو صدیاں گزر چکیں اور دکن کی بادشاہت پر میرے خاندان کا اقتدار قایم ہوتے ہوئے اب تیسری صدی آغاز ہو رہی ہے۔ یہ بات میرے لئے کچھ کم باعث فخر و مباہات نہیں ہے کہ سلاطین آصفیا ہی نے صرف اس خیال سے حکمرانی حاصل کی ہے کہ اس ملک کی رعایا کو خوشحالی اور قناعت حاصل ہو آصفجاہ اول کے اعلان خود مختاری سے وفاداری کی زنجیر میں اور کڑیوں کا اضافہ ہوگیا ہے جنھوں نے حاکم اور محکوم دونوں کو یکساں حب الوطنی میں جکڑ دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میری عزیز رعایا کو اس اعلان کے متعلق ایسا ہی فخر و ناز ہے جیسا کہ مجھے ہے۔ اس عظیم الشان واقعہ کی یاد ہم سب کو عزیز ہے کیونکہ وہ حب الوطنی کی علامت اور نشانی ہے۔

ممالک محروسہ کی سرسبزی اور تہذیب کو درجہ کمال کو پہنچانے کے لئے ہم سب کا ایک ہی نصب العین ہے اگر ہم اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوں تو ہم کو نظام الملک اول کا ممنون ہونا چاہئیے جنھوں نے اپنی اعلیٰ فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ و مامون کرکے خود مختار بنایا۔

اس عظیم الشان واقعہ کی یاد اس قابل ہے کہ اس کو دائماً تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کے لئے مزید کوشش عمل میں

لائیں۔ چونکہ مملکت سرکار عالی بیرونی دراز دستیوں سے محفوظ ہے۔ اس کو زرین موقع حاصل ہے کہ رعایا کو خوشحال اور مطمئن بنائے۔

مجھے اپنی عزیز رعایا پر کامل اعتماد ہے اور یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ ان کی عقیدت فرمانروا کے تخت اور اس کی ذات کے ساتھ پختہ اور غیر متزلزل ہے لہٰذا اس موقع کی جتنی زیادہ قدر وقیمت کی جائے کم ہے کیونکہ حب الوطنی حاکم اور محکوم کے لئے ایک عام درثہ ہے باہر کے اجنبی و بدخواہ خواہ کتنا ہی یہاں کے نظم ونسق پر نکتہ چینی کریں مگر جب تک ہم اپنے مسلک پر ثابت قدم ہیں اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں ان کی خردہ گیری ہم پر کچھ اثر نہیں کرسکتی۔

قطعہ

سزا وار محبت بوالہوس نیست | کہ ہم رنگ گل تر خار وخس نیست
بود پروانہ بہر عشق۔ ورنہ | بر آتش سوختن کار مگس نیست

آخر میں میری دعا ہے کہ خدا اس ریاست کو دنیا کے شر و فساد سے محفوظ رکھے اور اس کو روز افزوں ترقی و سرسبزی نصیب ہو۔

اور ریاست شاد و سرخرو رہے۔ بدخواہ ناشاد و سیاہ رو۔ آمین بجا طٰہٰ یٰسین فقط

شرعد ستخط مبارک

اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی

مورخہ یکم شعبان ۱۳۵۶ھ

دعا

الٰہی میر عثمان علی خاں شاہ شاہاں ہو | جلالت میں سکندر ہو حکومت میں سلیماں ہو

(آمین)

برطانوی ہند کے آئینی تغیرات | ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد برطانوی ہند میں قانون سازی کیلئے مجلس مقننہ کی باضابطہ تشکیل عمل میں آئی اور ۱۹۱۸ء تک رعایائے ہند کو مختلف اصلاحات حاصل ہوتے رہے۔ ۱۹۱۹ء میں برطانیہ کی حکومت کا دوسرا دور شروع ہوا ہے اور اس کے بعد سے اس کا دستور نیابتی حکومت کے دور سے نکل کر ذمہ دار حکومت کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ ۱۹۳۵ء کے قانون ہند کی رُو سے اصلاحات کے دو جز قرار پائے ہیں (۱) صوبہ واری خود اختیاری (۲) وفاق اول الذکر کا نفاذ ہو چکا ہے۔ دوسرا جز باقی ہے۔ اس دستور کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس کی رُو سے برطانوی ہند اور دیسی ریاستیں ان دونوں کو سیاسی حیثیت سے جوڑا جا رہا ہے ان دونوں حصص ملک میں صدہا سال سے یگانگت نہیں رہی ہر دو آپس میں بیر جا نبدار رہے ہیں لیکن اس جدید دستور ہند کے ذریعہ ان دونوں کو متحد کرکے عظیم تر ہندوستان کے تصور کی تکمیل کیجا نیوالی ہے چنانچہ ان اثرات سے تمام دیسی ریاستیں متاثر ہو چکی ہیں اور ہر جگہ عموی حکومت کے غلط تصورات زور و شور سے کام کر رہے ہیں آخر ان اثرات سے حیدرآباد بھی محفوظ نہ رہ سکا۔

فرقہ داری فضا کی تخلیق | ایک عرصہ سے حیدرآباد کی آب و ہوا بیرونی اثرات سے متاثر ہوچکی تھی وہ عناصر جن کے وجود سے برطانوی ہند کی رعایا پریشان تھی ان کی برابر مداخلت ہوتی رہی اور یہ کوشش کیگئی کہ کسی طرح اقلیت اکثریت میں ضم ہوجائے اور حیدرآباد ہندوراج میں منتقل ہوجائے اس مقصد میں بیرونی ہندوؤں کی کوششیں مسلسل جاری رہیں متعدد مرتبہ مختلف قسم کے پمفلٹ شائع کئے گئے اور ہر وقت حکومت کیخلاف بے سروپا الزامات لگاتے رہے اور یہاں تک کہ ہندو مسلم اتحاد کو توڑنے کی کوششیں کرتے رہے۔

اصلاحات کمیٹی کا قیام | حکومت سرکار عالی جس کو اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال ہمیشہ رہا ہو اس نے برطانوی ہند میں پیدا شدہ حالات سے پہلے ہی واقف تھی اس نے اپنے ملک میں اصلاحات جاری کرنے کا خیال ایک عرصے کر رہی تھی وہ کسی طرح غلیم تر ہندوستان کے تصور سے خالی اور خاموش نہیں تھی اس نے فوراً اصلاحات کیلئے ایک کمیٹی کے قیام کا اعلان کردی تاکہ کمیٹی اپنے سفارشات کو حکومت کے آگے پیش کرے چنانچہ اس قسم کی کمیٹی کا قیام ۱۷ ار آبان ۱۳۴۶ف کے پیام شاہی کے ذریعہ عمل میں آیا۔

حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کا قیام | چند خود غرض مہا سبھائی خیال کے ہندوؤں نے بیرونی ہندوؤں کی امداد پر ۲۷ ار آذر ۱۳۴۸ف حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کی تشکیل کا اعلان کئے لیکن اس میں شدید فرقہ واریت کارفرما تھی جس کی وجہ سے اس کو کامیابی کی کوئی توقع قائم نہیں ہوئی۔ تاہم اس نے سیول نافرمانی کا آغاز کیا اور اس سلسلہ میں دو فرقہ وارانہ مجالس نے بھی اپنی جانب سے سیول نافرمانی کا اعلان کیے جس کے سبب وطن پروری کا حسین نقاب بے نقاب ہوگیا اور یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اس قسم کی سیول نافرمانی کا مقصد (شورش اور فساد) کے ذریعہ ملک کے امن و امان کو تباہ کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کیونکہ اس تحریک میں اصلاح یا سیاسی ترقی کے خالص محرکات کارفرما نہیں تھے نیز ان سب تحریکات کا زیادہ تعلق بیرونی اداروں سے تھا جس کے سبب حکومت نے بھی اس کو غیر قانونی قرار دیا کیونکہ حکومت نے قبل ازیں اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی کیلئے بلا مانگے اصلاحات دینے آمادہ تھی اور اس کام کیلئے ایک کمیٹی قائم فرمادی تھی تو ایسی صورت میں فرقہ واریت کی چنگاریاں کسی شکل میں پھیل نہیں سکتی تھیں اول تو ملک کے امن پسند ہندوؤں کی جانب سے حیدرآباد کانگریس کے خلاف بیانات شروع ہوئے اور ثانیاً تحریک میں کوئی اخلاقی بنیاد بھی نہیں تھی آخر۔ بانیان تحریک نے اپنی کوششوں کو اسلئے موقوف کرنے پر مجبور ہوگئے اور حکومت نے بھی جبکہ ان کے لیڈروں نے اپنے بیان کے ذریعہ اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ ادارہ مذکور نے ستیا گرہ کو ملتوی کرکے اپنی امن پسندی اور ذات شاہانہ سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا ہے اور چونکہ یہ التوا مشروط نہیں تھا اور نہ اس میں کسی قسم کی دھمکی تھی اس لحاظ سے اصلاحات کے نفاذ کے عین پیشتر خوشگوار فضا پیدا کرنے کے لئے کانگریسی قیدیوں کو رہا کیا جائے تو یہ حکومت کی عدیم المثال فیاضی ہوگی جس کی بناء پر حکومت نے بھی تقریباً چار سو قیدیوں کو رہا کردیا اس طرح حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کا خاتمہ ہوا۔

دہشت انگیزی کی ابتداء | اس کے اوپر یہ بیان کردیا گیا ہے کہ ۱۳۴۷ف میں ہی کانگریس آریا سماج و مہا سبھائیوں کی جانب سے ملک اور اطراف ملک میں سیول نافرمانی کی مہم جاری ہوئیں یہ ساری کارروائیاں نام نہاد مذہبی آزادی کے نام سے شروع کیگئیں جس میں اصلیت مطلق نہیں تھی باوجود ان حالات کے کانگریس ہند نے کبھی بھی ان سیول نافرمانیوں کو

نہیں روکا، بلکہ راز میں برابر وردھا سے ہدایات وصول ہوتے رہے جس کی بناء پر ۱۱ مہینے تک حیدرآباد فتنہ و فساد کا مرکز رہا ہندوؤں اور کانگریسیوں نے ممکنہ طریقہ پر دائمی امن وامان کو مٹانے کی مختلف طریقوں پر کوششیں کیں، ان سب کی دشمنی مسلمانوں اور اسلامی حکومت سے تھی۔ چنانچہ انھوں نے ایکطرف سیول نافرمانی کا شور مچایا تو دوسری طرف مجمع عام میں مسلمانوں! ودحکومت کیخلاف غیر مہذب دلخراش نعرے لگائے اور تیسرے طرف انھوں نے یہ بھی کوشش کی کہ شہر کے مختلف حصول میں بم اور زہر خورانی کے ذریعہ مسلمانوں کو ہلاک کریں۔ چنانچہ اس قسم کے مرتکبین کی گرفتاری عمل میں آئی تو یہ سب کے سب آریا سماجی ہندو پائے گئے اور مسلمانوں نے ان تمام مصائب کو نہایت صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتے ہے اور امن وامان کے قیام کے لئے پرسکون رہے۔

التوائے اصلاحات کا مطالبہ | ہر اصلاح کا مقصود غائی اچھی حکومت ہے خواہ وہ کسی طرح حاصل ہو، اس اصول کے تحت مسلمانان دکن نے شدت سے یہ کوشش کی کہ حکومت چند روز کے لئے اصلاحات کے اعلان کو ملتوی کرے تاکہ ملک کی فضا صاف ہوجائے اور ملک اصلاحات کے استقبال پر آمادہ ہو

گفتگوئے مصالحت | ابتدا میں ہندو جماعت کی جانب سے گفتگوئے مصالحت کا خیال پیدا ہوا تاکہ اس کے ذریعہ اپنے خلوص کا اظہار ہو چنانچہ مسٹر نرسنگ راؤ نے مسٹر محمد صدیق سے اگست ۱۹۳۸ء میں نواب بہادر یار جنگ بہادر سے ملاقات کی خواہش کی تاکہ ریاست حیدرآباد کے دو بڑے فرقوں کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کے امکانات پر غور کیا جائے چند ابتدائی ملاقاتوں کے بعد جو امید افزا تھیں یہ طے پایا کہ دونوں حضرات اپنی اپنی جماعتوں کے قائدین سے ایک ایسا خط اعتماد حاصل کریں جو ان کو سمجھوتہ کرنے کا مجاز گردانتا ہو اور اسی سمجھوتہ کو دستخط کنندگان قبول کرینگے۔

ہندو دستخط کنندگان | پنڈت بم ہنمنت راؤ، پنڈت ونایک راؤ، مسٹر بی رام کشن راؤ، مسٹر راماچاری، مسٹر لیس پرتاب ریڈی، مسٹر سری پت راؤ، مسٹر گوپال راؤ بورگاؤں کر، مسٹر کاشی ناتھ راؤ ویدیا، مسٹر پی، ڈی، جوشی، مسٹر گنپت لال، مسٹر سری نواس راؤ اور مسٹر گنپت راؤ۔

مسلم دستخط کنندگان | مولوی سید بادشاہ حسینی صاحب، مولوی سید شاہ صابر حسینی صاحب، مولوی سید ولی اللہ حسینی صاحب، مولوی آغا بندہ حسن صاحب، نواب دوست محمد خاں صاحب جاگیردار، مولوی سید نثار حسین صاحب، مولوی میر اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر، مولوی حکیم سید علی صاحب ایڈوکیٹ، مولوی سید محمد احسن صاحب بی اے، ال، ال، بی، مولوی سید احمد محی الدین صاحب ایڈیٹر روزنامہ "رہبر دکن" مولوی عبد اللہ پاشاہ صاحب ایڈوکیٹ، مولوی ابوالحسن سید علی صاحب ایڈوکیٹ، مولوی سید محمد حسین صاحب زیدی، مولوی بشارت احمد صاحب، مولوی محمد عبد الرحمن صاحب ایڈیٹر روزنامہ "وقت"، مولوی میر حسن الدین صاحب، مولوی سید عابد حسین صاحب، مولوی خواجہ بہاؤ الدین صاحب، مولوی محمد صدیق صاحب۔

مسٹر نرسنگ راؤ کے یہ یقین دلانے پر کہ وہ اپنے خط اعتماد کو کافی مستند سمجھتے ہیں گفتگوئے مفاہمت آگے بڑھی۔

وہ امور جو طے پائے | وہ امور جن پر بحث ہوئی اور جو طے کئے گئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

۱۔ حیدرآباد کا بادشاہ مسلمان اور خانوادہ آصفجاہی سے ہوگا، ۲۔ مسٹر نرسنگ راؤ کی اس تجویز سے متعلق کہ اسلامی ثقافت اور مذہب کے تحفظ اور اقلیت کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لئے دو آئینی مجالس تشکیل دیجائیں،

نواب بہادر یار جنگ بہادر نے کہا کہ وہ ایسی مجالس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تاہم وہ اپنے قطعی رائے اس وقت ظاہر کرینگے جب کہ مسٹر نرسنگ راؤ ان مجالس کے طریقہ کار اور دائرہ عمل کے متعلق تفصیلات پیش کرینگے۔

محکمۂ امور مذہبی | (۳) محکمۂ صدارت العالیہ اور محکمۂ امور مذہبی اپنی روایتی حیثیت سے برقرار ہیں لیکن ہندو اور مسلم غیر سرکاری ارکان کی دو علیحدہ کمیٹیاں تشکیل دیجائیں تاکہ وہ علی الترتیب ہندو اور مسلم اوقاف کے نظم و نسق پر نگرانی رکھیں۔ عہدہ داران امور مذہبی کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ ان کا ہندو یا مسلمان ہونا اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ طے پایا کہ آریا سماجی تحریک کو وہی حیثیت دی جائے جو ریاست حیدرآباد کی دیگر مذہبی تحریکات کو حاصل ہیں اور وہی قواعد و ضوابط آریا سماجی عبادت گاہوں اور ہون کھنڈ پر منطبق کئے جائیں جو دیگر عبادت گاہوں پر منطبق کئے جاتے ہیں۔

مقامی زبانیں | ۴- اس مسئلہ پر طول طویل بحثیں ہوتی رہیں کہ مدارس کے نصاب میں مقامی زبانوں کو کیا مقام حاصل ہو۔ ابتدائی دانی اور ثانوی منازل تعلیم میں ذریعہ تعلیم کیا ہو۔

اس خیال سے پوری طرح اتفاق کرتے ہوئے کہ مقامی زبانوں کی کافی حوصلہ افزائی کیجانی چاہیئے۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر ابتداً اس امر پر مُصر تھے کہ حیدرآباد کی مشترکہ زبان یعنی اردو بجز تحتانی منزل کے تمام منازل میں ذریعہ تعلیم قرار پائے۔ نواب صاحب کی یہ رائے تھی کہ مشترکہ اور قومی زبان کے بالمقابل مقامی زبانوں کی اہمیت پر ضرورت سے زیادہ زور دینے سے خاص کر اس واقعہ کے مدنظر کہ یہ آندھرا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسیں غیر شعوری طور پر ایک مرکز گریز ذہنیت پیدا کر رہی ہیں شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور وہ لوگ جو ریاست حیدرآباد کے استحکام اور سیاسی وحدت کے علمبردار ہیں اندیشے محسوس کر رہے ہیں۔

مسٹر نرسنگ راؤ نے تفصیل کیساتھ نواب صاحب پر واضح کیا کہ یہ شبہات بے بنیاد ہیں صوبہ جاتی زبانوں کے حامی جو کچھ چاہتے ہیں بس اس قدر ہے کہ طلبہ اپنی مادری زبان میں اتنی کافی مہارت حاصل کرلیں کہ وہ مضامین لکھ سکیں۔ معیاری مصنفین کا مطالعہ کرسکیں اور ان زبانوں میں کسی موزوں پر بحث کرسکیں۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے بیان کیا کہ تمام حیدرآبادی اردو کو ریاست کی مشترکہ زبان سمجھتے ہیں اور اسکی مشترکہ زبان کی حیثیت سے برقرار رکھنا چاہتے ہیں اس امر کی نسبت کہ مرکز گریز قوتیں بروئے عمل آرہی ہیں مسٹر نرسنگ راؤ نے یقین دلایا کہ جب تمام حیدرآبادیوں کا ایک مشترکہ سیاسی ادارہ وجود میں آجائیگا تو صوبہ واری ادارے مثلاً آندھرا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسیں باقی نہ رہینگی۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے یہ بھی بیان کیا کہ مادری زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا مطالبہ صرف ادنیٰ ثانوی منزل تک محدود رہے گا۔ اس کو اعلیٰ منازل تک وسعت نہیں دیجائے گی۔

ابتدائی ادنیٰ و ثانوی منازل | ان دونوں نمائندوں کے مابین بالآخر یہ طے پایا کہ دیہی رقبوں میں ادنیٰ ثانوی مدارس میں بھی طلبہ کی مادری زبان ذریعہ تعلیم ہو، اور اردو ایک لازمی ثانوی زبان کی حیثیت سے تیسری جماعت سے تمام ابتدائی اور ثانوی مدارس میں پڑھائی جائے۔

ان مقامات پر جہاں مسلمان یا اردو بولنے والے طلبہ کی تعداد ناقابل لحاظ ہے ان کی تعلیم کے لئے خاص انتظامات کیے جائیں لیکن جہاں ایسے طلبہ کافی تعداد میں موجود ہوں ان کے لئے باقاعدہ مدارس میں متوازی جماعتیں کھولی جاسکتی ہیں۔ تمام مسلمان یا اردو بولنے والے طلبہ کو مجبور کیا جائے کہ تیسری سے آٹھویں جماعت تک کوئی ایک مقامی زبان کو ثانوی جماعت کی حیثیت سے اختیار کریں۔

شہری رقبوں میں موجودہ صورت برقرار رہنی چاہیئے یعنی ابتدائی تعلیم بچہ کی مادری زبان میں دی جائے اردو کو تیسری جماعت سے پڑھایا جائے۔ چھٹی جماعت سے آگے اردو حسب سال ذریعہ تعلیم رہے۔ تمام ادنیٰ ثانوی جماعتوں میں مقامی زبان کو ایک لازمی ثانوی زبان کی حیثیت سے پڑھایا جائے۔ شہر حیدرآباد کے مسلم طلبا کو یہ اختیار ہوگا کہ تین مقامی زبانوں ہی سے کوئی ایک زبان تیسری سے آٹھویں جماعت تک ثانوی زبان کی حیثیت سے سیکھیں۔

اعلیٰ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم | یہ طے پایا کہ اعلیٰ ثانوی اور جامعی منازل میں موجودہ ذریعہ تعلیم کو بدلا نہ جائے البتہ شہری رقبوں میں ادنیٰ ثانوی مدارس میں زبان مادری کو ذریعہ تعلیم بنانے کی خانگی کوششوں کو تسلیم کیا جائے، اور حکومت مالی امداد سے حوصلہ افزائی کرے۔ بشرطیکہ یہ مدارس محکمہ تعلیمات کے قواعد کی پابندی کریں۔

یہ طے پایا کہ نظام کالج کو مدراس یونیورسٹی سے بے تعلق کر دیا جائے لیکن اس کا ذریعہ تعلیم کو فوراً نہ بدلا جائے کیونکہ ایسے اقدام سے ان طلبہ کو مایوسی ہوگی جو اپنی تعلیم نظام کالج میں انگریزی کے ذریعہ مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ پس یہ طے پایا کہ نظام کالج میں دس سال کی مدت میں ذریعہ تعلیم کو انگریزی سے اردو میں تبدیل کیا جائے۔ یہ طے پایا کہ جب تبدیلی مکمل ہو جائے گی اسکول فائنل سسٹم برخاست ہو جائے گا یہ بھی طے پایا کہ حکومت سے درخواست کی جائے کہ وہ انتظامی اور مالی امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سمجھوتہ کے شرائط کو بعجلت ممکنہ روبعمل لائے۔

مسئلہ ملازمت۔ کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔ | ۵۔ ملازمت کے مسئلہ کی نسبت مسٹر نرسنگ راؤ نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ تمام خدمات جن کی ابتدائی تنخواہ دوسو پچاس روپیہ ماہانہ یا اس سے کم ہے۔ ستر فیصدی کی حد تک مسلمانوں کے لئے اس واقعہ کے مدنظر مختص کر دی جائیں کہ سرکاری ملازمت ہی ان کا تنہا ذریعہ معاش ہے۔ لیکن تمام اعلیٰ خدمات جن کی ابتدائی تنخواہ دوسو پچاس روپیہ سے زیادہ ہے ملکی ہندوؤں کیلئے کم از کم پچاس فیصد محفوظ کی جائیں۔

اس تجویز کے خلاف نواب بہادر یار جنگ بہادر نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ تمام خدمات جن کی ابتدائی تنخواہ ۲۰۰ سو یا اس سے کم ہے ۷۵ فیصدی حد تک مسلمانوں کے لئے محفوظ کی جائیں۔ ۲۰۰ سو سے زیادہ تنخواہ کی خدمات پر تقررات بذریعہ انتخاب عمل میں لائے جائیں۔ اور انتخاب میں امیدوار کی قابلیت کارکردگی اور سماجی حیثیت کو ملحوظ رکھا جائے۔ جہاں تک اعلیٰ خدمات کا تعلق ہے ہندو امیدواروں کو اس طرح مسابقت کا اچھا موقع ملجائے گا۔

ان دونوں نمائندوں کے آگے ملازمت سے متعلق یہی دو تجاویز تھیں۔ لیکن نہ تو ان پر تفصیلی بحث کی گئی اور نہ کوئی نتیجہ برآمد ہوا کیونکہ مسٹر نرسنگ راؤ یہ چاہتے تھے کہ آئندہ دستور کا مسئلہ طے کرنے کے بعد اس سوال کو اٹھائیں۔

آئندہ دستور | ۶۔ سب سے اہم مسئلہ جس نے ان دونمائندوں کو ایک طویل عرصہ تک مصروف رکھا وہ حیدرآباد کے آئندہ دستور اور دستوری ترقی کے انتہائی نصب العین سے متعلق تھا۔

آئندہ دستور سے متعلق تقریباً تمام امور طے پاگئے لیکن جس امر نے ایک تعطل پیدا کر دیا تھا کہ دستوری ترقی کے انتہائی نصب العین کا فوری اور مشترکہ اعلان کئے بغیر حیدرآباد کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے مشترکہ پلیٹ فارم کی تشکیل ناممکن ہے۔ مسٹر نرسنگ راؤ کا یہ اصرار تھا کہ اس طرح کے فوری اعلان کے بغیر مشترکہ پلیٹ فارم کی تشکیل ممکن نہیں اور نواب صاحب کا خیال اس کے برعکس تھا تعطل کی یہی وجہ تھی۔

انتہائی نصب العین | حضرت بندگان اقدس کے اقتدار اعلیٰ کے تحت پر امن اور آئینی طریقوں سے بتدریج کامل ذمہ دارانہ حکومت کا حصول انتہائی نصب العین تھا جو مسٹر نرسنگ راؤ کے پیش نظر تھا۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر نے کہا کہ اگرچہ وہ ذمہ دارانہ حکومت کے اصول کے مخالف نہیں ہیں لیکن انہیں اندیشہ ہے کہ اندرون و بیرون ریاست میں جو حالات پائے جاتے ہیں اور دیہی مسلمانوں کے متعلق بعض ہندو پبلک کارکنوں اور ان کے پیروؤں کی روش، اور ہندو جرائد کا حکومت سرکار عالی کے خلاف جھوٹا اور مفسدانہ پروپگنڈا یہ سب ایسے عناصر ہیں جنہوں نے ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین سے مسلم جماعت کو خوفزدہ کر دیا ہے آپ نے کہا کہ ان دونوں فرقوں کی موجودہ ذہنیت کے لحاظ سے مقننہ میں جماعت بندی مذہب کی بنیاد پر ہوگی نہ کہ معاشی یا سیاسی مسائل کی بنیاد پر اور یہ عنصر اچھی حکومت اور امن عامہ کے منافی ہے نواب صاحب نے یہ بحث کی کہ ان دونوں فرقوں کو اپنے باہمی سمجھوتہ کے مطابق مقننہ کے اندر اور باہر چند سال تک کام کرنا چاہیئے اس طرح جب باہمی اعتماد پیدا ہوگا اسی وقت مشترکہ نصب العین کے اعلان کے لئے حالات موزوں ہوں گے۔ آپ کے تصور میں ایک ایسا زمانہ آئیگا جب کہ خود مسلمان ذمہ دارانہ حکومت کی تحریک کی رہنمائی کریں گے اس وقت کامیابی زیادہ سرعت اور آسانی سے حاصل ہوگی۔ نواب صاحب نے یہ بھی کہا کہ مسلمان فطرتاً اور روایتاً جمہوریت پسند واقع ہوئے ہیں اسلامی تصور حکمرانی کے مطابق نہ صرف وزراء بلکہ خود بادشاہ کو بھی اپنی حقیر ترین رعایا کے آگے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ذمہ دار ہونا چاہیئے۔

اس بحث کے اختتام پر مسٹر نرسنگ راؤ نے بیان کیا کہ وہ نصب العین کے فوری اعلان پر زور نہیں دیں گے مجھ کو ایک ایسا فارمولا مرتب کرنے کے لئے کہا گیا جو دونوں کو مطمئن کر سکے اس کے بعد دونوں نمائندوں نے طے کیا کہ آئندہ دستور کی ترکیب و اختیارات حلقہ ہائے انتخاب کی بنیاد طریقۂ انتخاب، تحفظ نشست اور دیگر متعلقہ مسائل پر بحث شروع کی جائے۔

عارضی تصفیہ | عارضی طور پر حسب ذیل تصفیے کئے گئے اگرچہ کوئی پابندی قبول نہیں کی گئی اور دستخط ثبت نہیں کئے گئے

الف۔ تاوقتیکہ حکومت ہند کے محکمۂ سیاسیات کی براہ راست یا بالواسطہ مداخلت عملاً مسدود نہ ہو جائے حقیقی دستوری ترقی ناممکن ہے پس یہ ناگزیر ہے کہ حکومت ہند کے بالمقابل حکومت حیدرآباد کی آئینی حیثیت کو معاہدات کی روشنی میں متعین کیا جائے اور یہ طے کیا جائے کہ اصطلاح "پیرا مونٹسی" نظام حیدرآباد کے صرف ان اختیارات پر منطبق ہوتی ہے جو برضامندی صراحتاً اور رسمی طور پر معاہدات کے ذریعہ حکومت برطانیہ کو منتقل کئے گئے ہیں۔ یہ بھی طے پایا کہ یہ حیدرآباد کے ہندوؤں اور مسلمانوں کا متحدہ مطالبہ ہے اور یہ دونوں فرقے مشترکہ طور پر کوشش کریں گے کہ اپنی ریاست کی معاہداتی حیثیت کی وضاحت اور توثیق ہو جائے۔

ب۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں بسنے والے مختلف فرقوں اور جماعتوں کا باہمی اعتماد ہر قسم کی دستوری ترقی کے لئے شرط مقدم ہے سیاسی ترقی کے مختلف مدارج کا تعین عوام کی تعلیمی اور سماجی ترقی اور ان کی حقیقی ضروریات کے لحاظ سے کیا جائے۔

ج۔ مقننہ کی تشکیل اسی طرح ہو کہ کوئی فرقہ یا جماعت کسی دوسرے فرقہ یا جماعت پر تسلط یا اس کے حقوق میں دست اندازی نہ کر سکے۔

د۔ مسلمانوں کی تاریخی روایات اور سیاسی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ طے ہوا کہ مقننہ میں ہندو اور مسلم ارکان کی تعداد مساوی رکھی جائے اس باہمی سمجھوتہ میں جو قومی زاویۂ نگاہ پیدا کرنے اور اس کو ترقی دینے کا موجب ہوگا بغیر کسی باہمی سمجھوتہ کے رد و بدل نہ ہوگا۔

(ہ) حلقہ ہائے انتخاب معاشی مفادات کی بنیاد پر تشکیل دئے جائیں۔ کاشتکاروں اور جاگیرداروں کے مفاد کا کافی لحاظ رکھا جائے۔ مختلف حلقہ ہائے انتخاب میں مسلمانوں کی نشستیں اس مفاد میں ان کی اہمیت کے لحاظ سے محفوظ کردی جائیں چونکہ مختلف پیشوں میں مسلمانوں کی نمائندگی بہت ناکافی ہے اسلئے نواب صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک مخصوص حلقہ انتخاب جو مسلمان، پارسی، عیسائی اور اینگلو انڈین پر مشتمل ہو تشکیل دیا جائے تاکہ مسلمانوں کی تعداد کی اس کمی کو پورا کرکے ہندو مسلم ارکان کی تعداد کو مساوی کیا جائے۔ اس خصوص میں مسٹر نرسنگ راؤ نے دو متبادل تجاویز پیش کیں ایک تجویز یہ تھی کہ اس مخصوص حلقہ انتخاب میں ہندوؤں کو بھی ووٹ دینے کی اجازت دیجائے۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ یہ مخصوص حلقہ انتخاب مقررہ تعداد سے دوگنے امیدوار منتخب کرے اور ان میں سے مقننہ مقررہ تعداد چن لے۔ اس مسئلہ کے متعلق کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔

و۔ عام حلقہ انتخاب سے جو امیدوار کامیاب ہوگا اس کو اپنے فرقہ کے کم از کم (۴۰) فیصد ووٹ حاصل کرنے ہونگے۔

ح۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے یہ تجویز پیش کی کہ ان لوگوں کے لئے جنہیں عام معاشی حلقہ ہائے انتخاب میں حق رائے دہی حاصل نہ ہو شہر حیدرآباد، اورنگ آباد، ورنگل اور گلبرگہ کو شہری حلقہ ہائے انتخاب قرار دیا جائے تاکہ ایسے لوگ اپنا حق رائے دہی استعمال کرسکیں۔ نواب صاحب نے تجویز مذکور کو اس ترمیم کے ساتھ قبول کیا کہ اس غرض کیلئے ہر شہری مجالس بلدیہ کو حلقہائے انتخاب تسلیم کیا جائے۔

ط۔ مجلس مقننہ کو قانون سازی، سوالات کرنے، ٹیکس عائد کرنے اور قراردادیں منظور کرنے کا اختیار ہوگا۔ موازنہ کے متعلق کچھ اختلاف رائے تھا۔ مسٹر نرسنگ راؤ کو اصرار تھا کہ موازنہ پر بحث کیجائے اور آزاد شماری بھی ہو۔ اور نواب صاحب کی یہ رائے تھی کہ اس ابتدائی منزل پر صرف بحث کرنا چاہئے۔ بہرحال نواب صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ مجلس مقننہ کے منتخبہ ارکان کی ایک مجلس قائمہ محکمۂ فینانس سے ملحق کردی جائے۔ آپ نے تعمیر قومی کے دیگر محکمہ جات کے متعلق بھی اسی قسم کی غیر سرکاری کمیٹیوں کے قیام کی سفارش کی۔

ی۔ مجلس مقننہ کو حسب ذیل امور کے متعلق قانون سازی کا اختیار نہ ہوگا۔

۱۔ خانوادہ شاہی، ۲۔ محلات شاہی، ۳۔ فوج باقاعدہ، ۴۔ عطیات شاہی، ۵۔ ذریعۂ تعلیم، ۶۔ محکمۂ امور مذہبی،

ک۔ مجلس مقننہ میں حسب ذیل امور سے متعلق کوئی مسودۂ قانون حکومت کی منظوری کے بغیر پیش نہ کیا جاسکیگا۔

۱۔ سرکاری قرضہ جات، ۲۔ سود اور رقوم مجتمعہ، ۳۔ سرکاری مدات محفوظہ، ۴۔ مستقل ملازمتیں، ۵۔ تعلیمی پالسی، ۶۔ وہ تمام امور جو ان موجودہ دستور العمل، قوانین اور فرامین کے مغائر ہوں جن کو حضرت بندگان اقدس نے جاری فرمایا ہے۔

ل۔ مجلس مقننہ کے اختیارات کسی طرح آرڈیننس یا ہنگامی قوانین نافذ کرنے کا اقتدار شاہی کو متاثر نہ کریں گے۔

(م)۔ کوئی قانون جو کسی خاص فرقہ کی تہذیب یا مذہب کو متاثر کرتا ہو منظورہ متصور نہ ہوگا تاوقتیکہ اس فرقہ کے جملہ ارکان کی ۳/۴ تعداد اس کی تائید میں ووٹ نہ دے

(ن) مجلس مقننہ کے اختیارات کسی طرح شاہی اختیارات کو متاثر نہ کرینگے اور حضرت بندگان اقدس کو یہ فطری اور موروثی حق حاصل رہے گا کہ وہ مجلس مقننہ کے منظور کردہ کسی قانون کی توثیق فرمائیں یا اس کو مسترد کردیں۔ مجلس مقننہ میں شاہی خاندان کے

متعلق یا کسی ایسے معاملہ کی نسبت سوال کرنے کی اجازت نہ دیجائے جو صدر اعظم کی رائے میں مفاد عامہ کے خلاف ہو تمام قراردادیں محض سفارشی حیثیت رکھیں گی۔

س۔ حضرت بندگان اقدس سے اس امر کی درخواست کیجائے کہ باب حکومت کے دو ارکان کا تقرر مجلس مقننہ کے منتخبہ ارکان میں سے فرمایا جائے ان دو ارکان کی وہی حیثیت ہوگی جو باب حکومت کے دیگر ارکان کی ہے اور حضرت بندگان اقدس کے پاس اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ذمہ دار ہوں گے اور ان کی مدت حضرت بندگان اقدس کی مرضی مبارک پر منحصر ہوگی۔

(ع) دس سال کی مدت کے انقضاء کے بعد دونوں فرقوں کے منتخبہ نمائندے مجلس مقننہ کے اختیارات پر نظر ثانی کرنے کے لئے گفتگو کرینگے اور باہمی سمجھوتہ کے بغیر کوئی ردو بدل عمل میں نہ آئیگا۔

مسٹر نرسنگ راؤ کی وار دھا کو روانگی | جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ آئندہ دستور کے متعلق تقریباً تمام امور کی نسبت عارضی تصفیے کئے گئے تھے وہ امور جن کی نسبت اختلافات باقی تھے اور جو آسانی سے رفع کئے جا سکتے تھے حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ کیا موازنہ پر ووٹ دئے جائیں یا صرف بحث کی جائے، ۲۔ چونکہ حلقہائے انتخاب معاشی مفادات کی بنیاد پر تشکیل پائیں گے اور مسلمانوں کی نمائندگی مختلف پیشوں میں بہت ناکافی ہے اسلئے اس کمی کو پورا کرنے اور ہندو مسلم ارکان کی تعداد مساوی کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔

دستوری مسئلہ سے متعلق تمام بحث کی روداد قلمبند کر لی گئی تھی لیکن قبل اس کے کہ چھوٹے چھوٹے اختلافی امور کا تصفیہ ہوتا اور روداد پر دستخط ثبت ہوتے مسٹر نرسنگ راؤ واردھا روانہ ہوگئے۔

امر فیصل شدہ دوبارہ تازہ کیا گیا | مسٹر نرسنگ راؤ نے اپنی واپسی کے بعد دستوری ترقی کے انتہائی نصب العین کے سوال کو پھر اٹھایا اور اس امر پہ اصرار کیا کہ آگے بڑھنے سے پہلے نواب صاحب ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو قبول کرلیں۔ نواب صاحب نے یہ استدلال کیا کہ اس سوال پر ایکبار کافی بحث ہو چکی ہے اور اس کو معقول وجوہ کیساتھ فی الحال ختم کر دیا گیا آپ نے خیال کہ مباحث کے اختتام پر اس سوال کو پھر تازہ کرنا کاروباری طریقہ نہیں۔

اس اعتراض کے جواب میں مسٹر نرسنگ راؤ نے یہ بحث کی کہ انھوں نے اس مسئلہ کو نہ تو ختم کیا تھا اور نہ اپنے طرز سے ہٹ گئے تھے وہ اس مسئلہ پر زور دینا یا اس پر گفتگو کو منقطع کرنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ انہیں امید تھی کہ اگر دیگر مسائل نواب صاحب کے اطمینان کے مطابق طے ہو جائیں تو ممکن ہے نواب صاحب اپنے زاویہ نگاہ پر نظر ثانی کریں۔

طویل مراسلت کا سلسلہ | امر مذکور کی نسبت اور اس سوال کے متعلق ایک طویل مراسلت کا سلسلہ شروع ہوا کہ آیا ملک ذمہ دارانہ حکومت کے مسئلہ پر فوری اعلان کر دیں یا بہتر فضا کا انتظار کریں۔ نواب صاحب نے غور و انتظار کی پالیسی کو ترجیح دی۔ مراسلت میں اس سوال پر بھی بحث کیگئی کہ آیا دونوں فرقوں کی جانب سے انتہائی نصب العین کے فوری اور مشترکہ اعلان کے بغیر مشترکہ پلیٹ فارم تشکیل دیا جا سکتا ہے چونکہ یہ دونوں نمائندے مختلف امور پر متفق نہ ہو سکے۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے یہ تجویز پیش کی کہ اس سارے مسئلہ کو سپرد ثالثی کیا جائے اور اس غرض کیلئے مولانا ابوالکلام آزاد کا نام پیش کیا۔ اس خصوص میں نواب صاحب نے منجملہ اور چیزوں کے یہ جواب دیا کہ وہ اگرچہ مولانا کا بہت احترام کرتے ہیں لیکن نہیں خیال

کرتے کہ مولانا مقامی پیچیدگیوں کو اس قدر سمجھتے ہیں کہ ایک موزوں ثالث بن سکیں، اس نوبت پر یہ محسوس کیا گیا کہ سمجھوتہ تقریباً ناممکن ہے۔ پس یہ طے پایا کہ مزید مراسلت عبث ہوگی۔

اس سلسلہ میں ایک اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ مسٹر میر اکبر علی خاں بیرسٹر ایٹ لا نے ان دونوں نمائندوں کے اعزاز میں ایک تقریب مقرر کی جس میں آپ نے نہ صرف دونوں خطوط اقتباد کے دستخط کنندگان کو بلکہ رائے عامہ کے دیگر نمائندوں کو بھی مدعو کیا۔ دونوں نمائندوں نے گفتگوئے مفاہمت سے متعلق اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کیا اور اختلافی امور کی توضیح کی۔

کمیٹی اصلاحات کے سفارشات کی اشاعت | اصولاً یہ ہونا چاہئے تھا کہ حکومت اصلاحات دینے سے پہلے کمیٹی کے سفارشات کو عوام کی اطلاع کی غرض سے شایع کرتی لیکن ایسا نہیں ہوا عوام میں متعدد خیالات پھیلنا شروع ہوئے اور مسلمانوں کے اس اندیشہ کو تقویت ہوئی کہ سفارشات میں مسلم مفاد کو نظرانداز کر دیا گیا۔ اور ملک میں جبکہ فرقہ واریت کی کشیدگی پھیلی ہوئی ہے تو ایسی صورت میں اصلاحات کا عاجلانہ اعلان ملک کے لئے مفید ہوگا جس کی بنا پر ۲۰ رارد ی بہشت ۱۳۴۸ف روز جمعہ مسلم رائے عامہ کا ایک مظاہرہ ہونیوالا تھا۔ حکومت نے اپنے اعلامیہ کے ذریعہ ایسے مظاہرے کی اجازت نہیں دی اور اس امر کو ظاہر کیا کہ (الف) حکومت اصلاحات کو ملتوی کرنے کی تجویز قبول نہیں کرسکتی (ب) البتہ حکومت اپنی رعایا کے تمام طبقوں کے حقوق امتیازات اور مفاد کا پورا لحاظ کر رہی ہے اور یہ کہ کسی قابل لحاظ طبقہ کو اس کا اندیشہ نہ ہونا چاہئے کہ اس کے مطالبات آخر میں نظرانداز کردیئے جائیں گے۔ ہر فرقہ اب بھی اپنے مطالبات کو پیش کرسکتا ہے اور حکومت ہر ایسے مطالبہ کو سننے کے لئے تیار ہے۔

مسلمانان حیدرآباد کی یادداشت | صدر مجلس اتحاد المسلمین نے مسلمانان حیدرآباد کی جانب سے بتاریخ ۲۰ رارد ی بہشت ۱۳۴۸ف عالیجناب نواب صدر اعظم بہادر کی خدمت میں حسب ذیل یادداشت پیش کی۔

دکن کی تاریخ میں مسلمانوں کو جو تمدنی و سیاسی اہمیت و اقتدار حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں دکنی مسلمانوں نے جلالت مآب کو ہمیشہ اپنے سیاسی و تمدنی اقتدار کا مظہر تصور کیا۔ اسلئے مسلمانوں کے لیے کوئی جدید دستور قابل قبول نہ ہوگا جبتک اس میں حسب ذیل امور کا تحفظ نہ ہو۔

۱۔ حیدرآباد کی حکومت ایک کامل الاقتدار بادشاہت ہو جس پر ہمیشہ آصفجاہی خاندان کا ایک مسلمان رکن متمکن رہے۔

۲۔ وفاق میں حیدرآباد کی شرکت اسی وقت ہوسکیگی جبکہ اس کا سیاسی اقتدار مالیاتی توازن اور معاشی ترقی کے امکانات متضرر نہ ہوں۔

۳۔ دستور میں تبدیلی ناگزیر متصور ہونے کی صورت میں، اس تبدیلی کو مسلمان اس وقت قبول کرینگے جبکہ مسلمانوں کی سیاسی و روایاتی برتری متاثر نہ ہو۔

توضیح ع ۔ مقننہ اور ادارہ جات مقامی میں مسلمانوں کو آئینی اکثریت حاصل ہو، اور جداگانہ انتخاب کے ذریعہ مسلم نشستیں پر کیجائیں۔

۴۔ حیدرآباد کی سرکاری زبان اردو مدارس تحتانی کے سوا جملہ تعلیمی و جامعات میں ذریعہ تعلیم اردو رہے۔

۵۔ ملازمت مسلمانوں کے لئے نہ صرف تاریخی و سیاسی وقار کا مسئلہ ہے بلکہ ایک اہم معاشی مسئلہ ہے اس لئے اس میں

فرقہ واری تناسب قایم نہ ہو اور کسی طرح مسلمان اس سے محروم ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۶۔ صدر الصدور کا عہدہ اپنی روایاتی خصوصیات کے ساتھ بحال رہے اور مسلم اوقاف اور مسائل مذہبی کے انتظامات سے متعلق حکومت ایک آئینی ادارے کو تسلیم کرے۔

۷۔ شہری آزادی ہر شخص کو حدود معینہ کے اندر حاصل رہے۔

۸۔ ملک کے اہم پیشے تجارت، زراعت اور صنعت میں مسلمان نفی کے برابر ہیں اسلئے ایسے اسباب فراہم کئے جائیں جن سے ان کی مشکلات رفع ہوں۔ اب یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں رہی ہے کہ جمہوری طریقہ حکمرانی نہ اقطاع عالم میں مفید ثابت ہو سکا اور نہ ہندوستان میں جہاں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں اس طریقہ کو انتخابی اصول پر تقسیم کرنے سے اندیشہ ہے کہ تو مول کے باہمی اتحاد و اتفاق کو سخت نقصان پہنچے اور ملک کی یہ بدقسمتی ہے کہ باوجود کوشش مسلم اور ہندو متحد نہ ہو سکے موجودہ فرقہ واری انتشار کی حالت میں مناسب یہی ہے کہ اصلاحات کا اعلان اس وقت تک کیلئے ملتوی رکھا جائے جب تک کہ ملک کی فضا صاف نہ ہو جائے اور اگر حکومت اجرائی اصلاحات پر مجبور ہے تو مسلمانان دکن کے متذکرہ مطالبات کا تحفظ نہایت ضروری ہوگا تاکہ ہر حیثیت سے مسلمانوں کو اپنی اکثریت حاصل رہے۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ اور مجلس علمار دکن | انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ اور مجلس علمائے دکن نے بھی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے مفاد اور ان کی سیاسی و تاریخی برتری کی حفاظت کے لئے یادداشتیں روانہ کیں تاکہ حکومت کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان کسی طرح بھی اپنی سیاسی برتری کو کھونے پر آمادہ نہیں۔

مسلمانوں میں سیاسی بیداری کی پیدائش | اس تحریک کے پیشکشی کے بعد عام مسلمین میں ایک خاص سیاسی بیداری پیدا ہو گئی ابتک مسلمانوں نے اپنی حکومت کو یہ یقین دلاتے رہے کہ مسلمان ہمیشہ اپنی حکومت کے ساتھ رہیں گے لیکن جو حالات ملک میں پیدا ہو گئے اس لحاظ سے ضروری تھا کہ مسلمان بھی آئندہ کے خطرات کو دور کرنے کی نیت سے منظم ہو جائیں چنانچہ اس قلیل عرصہ میں مسلمان منظم ہو گئے اور اپنے میں حالات حاضرہ کو سمجھنے کی خاص صلاحیت پیدا کر لی اطاعت امیر کے خاص جذبات پیدا ہو گئے اور ہر شخص صدر مجلس اتحاد المسلمین کو اپنا نمائندہ تصور کرنے لگا مجلس کے ہر حکم کی اطاعت اپنے پر فرض گردانا جس کا نتیجہ ہے کہ آج ہر مسلمان اتحاد المسلمین کے ہر آواز پر لبیک کہنے آمادہ ہے ان ہی ایام میں

جلسہ امن و اتحاد | ہندو اور مسلمانوں کی جانب سے زمرد محل ٹاکیز میں مسٹر اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر (قوم پرست) کی صدارت میں عدیم النظیر جلسہ عام منعقد ہوا تھا جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے متحدہ اور متفقہ طور پر التوائے اصلاحات کی قرارداد اس غرض کے تحت منظور کی کہ اس وقت ملک میں جو حالات پیدا ہو گئے ہیں اس لحاظ سے ملک دستوری اصلاحات کا استقبال کرنے کیلئے کسی طرح آمادہ نہیں چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس جلسہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعداد پچیس ۲۵ ہزار سے زائد تھی اور نہایت عمدہ طریقہ پر اس جلسہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ راجہ محبوب کرن بہادر، اور راجہ جسونت راؤ بہادر نے اپنی تقریروں میں تبلایا کہ ہم دکھنی قدیم سے آپس میں بلا لحاظ مذہب و ملت بھائی بھائی کیطرح میل جول رکھتے ہیں حکومت سے جو مراعات ملے ہیں وہ دونوں کے لئے مساوی ہیں جو شورش ملک میں ہندوؤں کی جانب سے پھیلی ہوئی ہے وہ بیرونی حضرات کی وجہ سے ہے ہم ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے ذات شاہانہ تمام تمناؤں کا مرکز ہے۔ غرض اس جلسہ نے التوائے اصلاحات کی تحریک باتفاق آراء منظور کی۔ [۱]

[۱] ۔ ۲۳ خورداد ۱۳۴۸ ف زمرد محل ٹاکیز میں جلسہ امن و اتحاد کا انعقاد عمل میں آیا۔ (رہبر دکن)

مسلم کلچر سوسائٹی کی یادداشت چند روز ہوئے مسلم کلچر سوسائٹی نے حکومت کے سامنے ایک یادداشت پیش کی اور اپنی یادداشت میں اس امر کو نمایاں کیا کہ گذشتہ نصف صدی سے مسلمانوں کی معاشی حالت برابر ابتر ہوتی جا رہی ہے یہ ان اسباب پر مبنی ہے جو حکومت نے لاوارث جائداد، جاگیرات ۔مناصب، یومیہ اور اسی قسم کے عطیات سے متعلق وقتاً فوقتاً احکام نافذ کرتی رہی ہیں جس کی وجہ سے بہت سی لاوارث جائدادیں بحق ریاست عود ہوگئیں، حالانکہ شریعت اسلامی میں وہ تمام جائداد جو ایک لاوارث مسلمان چھوڑ جاتا ہے امت کے حق عود کرتی ہے ۔

جو عطائے حکومت کی جانب سے مسلمانوں یا ہندوؤں کو دی گئی ہیں اس میں صراحت سے دواماً متمتع ہونے کا ذکر ہے یہاں تک کہ نسلاً بعد نسل کا بھی تفصیلی ذکر ہے حکومت نے امور وراثت کی حد تک تصفیہ کا معیار شریعت اور دہرم شاستر کے اصول کو تسلیم کرلیا ہے مگر حکومت نے ہندوؤں کی حد تک دہرم شاستر کے اصول کو عملاً تسلیم کرلیا یہی وجہ ہے کہ ہندو متوفی کے بعد تبنیت کی شکل میں معاشوں کی بحالی عمل میں آتی ہے لیکن مسلمانوں کی حد تک شریعت کے قانون اور نفاذ کو جاری نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا ہے وہ ایک خاصا نقصان ہے حکومت کی یکساں پالیسی کے تحت یہ ضروری ہے کہ ریاست میں شرع اسلامی کے ان احکام کو بھی تسلیم کرے جو ایک ایسے قابض معاش کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے حالات سے متعلق ہیں جو اولاد ذکور چھوڑے بغیر فوت ہوگیا ہو۔

مسلم کلچر سوسائٹی اس ریاست کی ساری مسلم جماعت کی جانب سے حکومت کے آگے مطالبہ پیش کرتی ہے کہ شریک خالصہ جملہ معاشوں کی آمدنی کو مسلمانوں کا بیت المال قرار دیا جائے تو اعد عطیات کے تحت مناصب، یومیہ اور دیگر عطیات کے بحق ریاست عود کرنے سے جو بچت ہوئی ہے اس کو اس میں شامل کیا جائے اور رقم ایک علیحدہ سرکاری محکمہ کے سپرد کی جائے جو محکمہ بیت المال کے نام سے موسوم ہو، اس محکمہ کو مدد دینے کے لئے ایک مجلس بھی منتخب کی جائے جو ایک دستور کے تحت قایم ہو۔ (۱)

ہندوستانی ریاستوں میں مجالس قانون ساز بعض ہندوستانی ریاستوں میں مجالس مقننہ قایم ہیں۔ ذیل کے نقشہ میں ان ریاستوں کی آبادی اور آمدنی اور تعلیمی معیار کے ساتھ مجالس مقننہ کی تشکیل کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوسکیگا کہ ان کے مقابلہ میں حیدرآباد کو کیا اہمیت ہے ۔

سلسلہ	نام ریاست	رقبہ مربع میل	آبادی	آمدنی	معیار خواندگی		مجلس مقننہ			کیفیت
					فیصد ذکور	فیصد اناث	منتخبہ	نامزد شدہ	جملہ	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱	بیکانیر	۲۳۳۱۷	۹۳۶۲۱۸	ایک کروڑ ۱۹ لاکھ	۸٫۵	۰٫۹	۲۰	۲۵	۴۵	مقننہ کے صدر والی ریاست ہوا کرتے ہیں
۲	اندور	۹۹۰۲	۱۳۲۵۰۸۹	ایک کروڑ ۲۴ لاکھ	۱۵٫۷	۲٫۳	۱۵	۱۵	۳۰	
۳	گوالیار	۲۶۳۶۷	۳۵۲۳۰۷۰	۲۴۹۵۰۰۰۰	۷٫۸	۱٫۱	۶۴	۱۸	۸۲	
۴	کشمیر	۸۴۲۵۸	۳۶۴۶۲۴۳	۲۴۵۰۰۰۰۰	۷٫۰	۰٫۶	۳۳	۴۲	۷۵	
۵	بھوپال	۶۹۲۴	۷۲۹۹۵۵	۸۰۰۰۰۰۰	۶٫۵	۰٫۷	۸	۱۶	۲۴	

(۱)۔ اخبار رہبر دکن یکم خورداد ۱۳۴۸ف

حیدرآباد میں آبادی کا تناسب حیدرآباد اور برار کی سلطنت کا رقبہ ۱۰۰۴۵۹ مربع میل اور اس کی آبادی ۱۷۸۷۷۹۸۶ ہے برار کا علاقہ ایک معاہدہ کے تحت جس کی حال میں ترمیم ہوئی ہے ممالک متوسط کے انتظام سے متعلق کر دیا گیا ہے اس علاقہ کو شامل کئے بغیر سلطنت کا رقبہ ۸۲۶۹۸ مربع میل ہے اور اس کی آبادی ۱۴۴۳۶۱۴۸ ہے۔

سلطنت کے رقبہ کا ۵۸٫۵۰ فیصد خالصہ یا دیوانی کا علاقہ ہے اور باقی صرف خاص پائیگاہوں، سمتانوں، جاگیرات، انعامات پر مشتمل ہے۔ ملک سرکار عالی میں مواضعات کی تعداد تخمیناً (۲۲۵۰۰) اور اس کی مجموعی آمدنی (۹۱۳۶۶۰۰۰) سالانہ ہے۔ حیدرآباد کی کل آبادی کا تناسب ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق حسب ذیل ہے :-

نمبر شمار	مذہب	تعداد	ذکور خواندہ زائد از ۲۰ سال	اناث خواندہ زائد از ۲۰ سال	کیفیت
۱	ہندو	۹۶۹۹۶۱۵	۶۲۸۸۷۸	۲۰۴۳۴	
۲	مسلمان	۱۵۳۴۶۶۶	۹۷۰۹۲	۱۱۹۰۰	
۳	عیسائی	۱۵۱۳۸۲	۷۵۳۷	۳۸۳۳	
۴	جین	۲۱۵۴۳	۲۰۱۵	۲۷۳	
۵	سکھ	۵۱۷۸	۱۰۷۱	۱۳۳	
۶	پارسی	۱۷۸۴	۶۲۵	۷۷۴	
۷	آریا سماج	۳۷۰۰	۱۴۲	۵۱	
۸	برہمو سماج	۱۸۲	۶۳	۲۹	
۹	ادی ہندو	۲۴۷۳۲۳۰	۷۶۱۶	۸۹۱	

حیدرآباد کی تعلیمی حالت حیدرآباد کی تعلیمی حالت اور اس کی رفتار سے متعلق صرف اس قدر لکھا جاتا ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے پہلے ملک میں مشرقی تعلیم کا عام خاکہ پھیلا ہوا تھا اور تمام ملک میں اسی قسم کے تعلیم یافتگان کی تعداد موجود تھی، جو ملک کے اہم سے اہم خدمات انجام دیا کرتی تھی۔ السنہ مشرقیہ کے طیلسانین کو خارج کر دیا جائے تو جامعہ نے اب تک گیارہ سو سے زائد طیلسان عطا کئے ہیں اسی طرح نظام کالج سے بھی پانسو نے ڈگری حاصل کی ہے۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے حیدرآباد میں خواندگی کا اوسط (۸۲۵) ذکور اور اناث (۲،۱) کا تناسب قرار پاتا ہے ۔ ملک میں شعور عامہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو کانفرنس میثاق صحافتی سرگرمیوں اور انجمنوں کی شکل میں دکھائی دیتا ہے یا متعدد مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں اور مختلف اغراض و مقاصد کے متعدد ادارے جو اپنے مقاصد میں مشغول عمل ہیں۔ اسی طرح طبقہ خواتین میں بھی اجتماعی شعور پیدا ہو گیا ہے، بلدہ و اضلاع میں متعدد کلب گھر قایم ہیں اور آج کل یہ بھی رفاہی کاموں میں حصہ لے رہی ہیں ۔(۱)

۱- رپورٹ کمیٹی اصلاحات ص۱۷

حیدرآباد کا قدیم طرز حکومت | اس مملکت کا قدیم طرز حکومت ذاتی حکمرانی رہا ہے جس میں انصرام کار بذریعہ دیوان ہوتا رہا ہے

مجلس سلطنت | نواب سالار جنگ ثانی کی وزارت میں حضرت غفران مکاں نے مجلس سلطنت قایم فرمائی۔

مجلس وزراء | تجربہ کے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ مجلس سلطنت کے بجائے مجلس وزراء قایم کی جائے تاکہ سلطنت کے اہم ذخیرہ پالیسی میں وزرائے ماتحت بھی شریک رہیں اسلئے ایک مجلس شوریٰ قایم کیگئی[۱،۲] جو بعد میں مجلس وزراء سے متعارف ہوئی اس مجلس کے صدر مدارالمہام ہوتے تھے یہ مجلس وزرائے ریاست اور پیشکار پر مشتمل تھی، اس میں غور کرنے کے لئے اور اہم مسائل متعلقہ عام صلاح و فلاح ریاست و رعایا و مسائل مختلف فیہ مدارالمہام اور وزرائے سلطنت پیش ہوا کرتے تھے اور تصفیہ آخر کے لئے بارگاہ خسروی میں گزرانے جاتے تھے۔

مجلس وضع قوانین | حضرت غفران مکاں نے مجلس شوریٰ کے ساتھ اور وضع آئین و قوانین کیلئے بھی ایک مجلس قایم فرمائی جو میر مجلس عالیہ عدالت - ایک رکن عدالت العالیہ - انسپکٹر جنرل مالگذاری، ناظم تعلیمات، ناظم کوتوالی اور فنیانس سکرٹری پر مشتمل تھی - (۳)

اقتدار اعلیٰ | مذکور الصدر مجالس سے متعلق جو قواعد نافذ ہوئے ان میں یہ صراحت ہے کہ حضرت جلالت مآب . . . . . کو اختیار ہوگا کہ ہر حکم یا فیصلہ کونسل میں موافق مرضی مبارک ترمیم یا تنسیخ فرمائیں اور قواعد ہذا کی کوئی بات کسی طور سے بھی. . . .
. . . . شاہی اقتدارات پر موثر نہ ہوگی اور ان اقتدارات کو اعلیحضرت جس وقت جیسا مناسب تصور فرمائیں استعمال فرمائینگے۔

باب حکومت کی تشکیل | حضرت اقدس و اعلیٰ کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد (۵) سال تک فرائض مدارالمہامی کا بڑا حصہ دست خاص سے انجام پاتا رہا آخر میں حضرت اقدس و اعلیٰ نے باب حکومت کی تشکیل فرمائی جس میں یہ صراحت ہے کہ:-
ورکنگ کونسل (مجلس وزراء) برخاست کر دیجائے اور مابدولت کے قطعی اور کامل اقتدار کے تحت حکومت کا کام اور اس کی ذمہ داریاں ایک مجلس کے سپرد کئے جائیں مملکت کی بہترین نظم کے لئے بالا دست کا ارادہ ہے کہ وسعت کے ساتھ زیادہ اجتماعی نہ کہ شخصی اختیارات کا عملدرآمد ہو (۴)

عدلیہ کی تنظیم | حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنے فرمان مورخہ ۹ ؍ ر شعبان سنہ ۱۳۳۹ھ کے ذریعہ عدلیہ کی جدید تنظیم فرمائی جس کی وجہ سے مالیہ (انتظامیہ) سے عدلیہ کے اختیارات علیحدہ ہوگئے اور مالیہ کے ذمہ بعض مخصوص عدلیہ فرائض و اختیارات بھی تفویض کئے گئے۔

حیدرآباد میں قانون سازی کا اہتمام | انتظام ریاست کے لئے قواعد کے نفاذ کی ضرورت پر نواب سالار جنگ نے سب سے پہلے موثر توجہ مبذول فرمائی۔ اور سنہ ۱۲۷۵ف میں ایک مجلس مقرر فرمائی جس نے سرکار عظمت مدار کے ضابطہ فوجداری کے چند اجزا کا ترجمہ کیا۔

قواعد عدلیہ کی تنظیم | اس کے بعد سنہ ۱۲۸۲ف میں نواب صاحب موصوف نے سررشتہ عدالت کے لئے قواعد و ضوابط کی تنظیم کے لئے ایک نظامت قایم فرمائی اور اس طرح سنہ ۱۲۹۰ف میں عدالت العالیہ کے میر مجلس کے تحت ایک دوسری کمیٹی قایم کیگئی جس کے

۱- فرمان مبارک مترشدہ ۲۲ر صفر سنہ ۱۳۳۳ھ م ۱۱ر دی سنہ ۱۳۲۹ف ، ۲- فرمان مبارک مترشدہ غرہ رجب سنہ ۱۳۱۰ھ م ۲۱ر اسفندار سنہ ۱۳۰۲ف
۳- رپورٹ کمیٹی اصلاحات نمبر ۸ - ۴- کمیٹی اصلاحات صفحہ ۹

عہد میں گشتیات کا مجموعہ قانون محبوبیہ کے نام سے جاری ہوا۔

لا کمیشن کا قیام | سنہ ۱۳۰۰ف میں لا کمیشن کے نام سے تیسری کمیٹی قائم ہوئی جس کے ذمے جدید قواعد اور قوانین کے مسودات کی ترتیب تک محدود نہ تھا بلکہ اس کے صدر پر یہ فرض بھی تھا کہ وہ پورے ملک کا دورہ کرے اور عدالت و پولیس وغیرہ کے متعلقہ قواعد کے عملی نتائج پر تنقیدی رپورٹ پیش کریں جس کی بناء پر چند مسودات قانون مرتب ہوئے مگر قبل اس کے کہ ان پر غور کیا جا سکے لا کمیشن برخواست ہوگیا اور اس کی جگہ مجلس وضع قوانین قائم ہوئی۔

مجلس وضع آئین و قوانین کی تنظیم | سنہ ۱۳۰۲ف میں حسب فرمان مبارک مجلس وضع آئین و قوانین کی تشکیل عمل میں آئی اور اس میں صرف سرکاری عہدہ دار ہی شریک ہوسکتے تھے۔

سنہ ۱۳۰۳ف میں ایک جدید ضابطہ کے ذریعہ حسب فرمان مبارک حسب تفصیل ذیل تشکیل عمل میں آئی۔

الف۔ اراکین بحیثیت عہدہ ۳

ب۔ سرکاری نامزد شدہ ۶

ج۔ غیر سرکاری نامزد شدہ ۴

د۔ غیر سرکاری نامزد شدہ دیگر طبقات رعایا کیلئے ۲

جملہ ۱۵

سنہ ۱۳۰۶ف میں نامزد شدہ ارکان کی تعداد میں ۲ کا اضافہ اور ان ۲ غیر سرکاری ارکان میں سے جن کے نامزد کرنے کا اختیار مدارالمہام کو تھا ایک کو پائیگاہوں کی نمائندگی کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔ سنہ ۱۳۱۵ف میں دو غیر معمولی ارکان کا اضافہ کیا گیا۔ سنہ ۱۳۲۱ف میں آزمائشی طور پر ۶ سال کیلئے غیر سرکاری ارکان کی تعداد میں تین کا اضافہ کیا گیا اور سنہ ۱۳۲۲ف میں حسب فرمان خسروی صرف خاص کی طرف سے ایک نمائندہ کا اضافہ منظور ہوا اس طرح اس وقت مجلس آئین وضع قوانین کی ہیئت ترکیبی حسب ذیل قائم ہے۔ جملہ ارکان کی تعداد (۲۰) جس میں ارکان غیر معمولی (۲) اور ارکان معمولی (۱۸) ہیں، ارکان معمولی میں سرکاری (۱۲) اور غیر سرکاری (۶) ارکان شامل ہیں غیر سرکاری ارکان میں میر مجلس پائیگاہ ایک وکلاء ۲ جاگیردار ۲، اور ساہوکاروں کے جانب سے ایک نمائندہ شامل ہے صدر اعظم بحیثیت عہدہ مجلس وضع قوانین کے صدر نشین ہوتے ہیں۔

توسیع مجلس کا فرمان مبارک | باب حکومت کے قیام کے بعد حضرت اقدس و اعلیٰ کا ارشاد ہوا کہ "ان حالات و شرائط کی کامل تحقیقات کی جائے جن کی تکمیل سے مجلس وضع قوانین کی توسیع ہوسکے اور وہ حکومت کی کل کا ایک اہم جزو بننے کی حیثیت سے اور بھی زیادہ مفید بن سکے (۱) اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے نواب صدر اعظم بہادر کو اختیار دیا گیا کہ وہ خاص عہدہ داروں اور کمیٹیوں کا تقرر کریں اس بناء پر رائے بالمکند صاحب آنجہانی کا انتخاب عمل میں آیا۔

رائے بالمکند کی رپورٹ | رائے صاحب موصوف کا تقرر ۸ ۲ر فردی سنہ ۱۳۲۹ف کو عمل میں آیا اور یکم آذر سنہ ۱۳۲۳ف کو ایک تفصیلی رپورٹ پیش فرمائی اس رپورٹ پر نواب سر علی امام نواب موتمن الملک کے حیدرآباد لے جانے کے بعد دوبارہ ان مسائل کو حسب

۱۔ فرمان مبارک ۱۴ر جمادی الاول سنہ ۱۳۳۵ھ

فرمان خسروی ۲۴ رجب ۱۳۴۲ھ ایک کمیٹی کے تفویض فرمایا گیا جس میں نواب تلاوت جنگ بہادر، نواب نظامت جنگ بہادر، نواب حیدر نواز جنگ بہادر، اور راجہ بہادر کشنما چاری شریک تھے اس کمیٹی نے بھی ایک تفصیلی رپورٹ مرتب کرکے پیش کی اور کونسل نے اس مسئلہ کی تحقیقات کیلئے ایک سب کمیٹی مقرر کی جس میں کرنل شنوکس ٹرینچ (۲) نواب نظامت جنگ بہادر (۳) نواب عقیل جنگ بہادر (۴) نواب سرامین جنگ بہادر اور نواب حیدر نواز جنگ بہادر تھے۔

اس کے بعد معزز اراکین کا گول میز کانفرنس کے اجلاسوں میں شرکت اور دوسری اہم مصروفیتوں کی وجہ سے ایک مدت تک یہ کارروائی آگے نہ بڑھ سکی۔

اس حد تک کارروائی ہونے کے بعد نواب سر صدر اعظم بہادر باب حکومت سرکار عالی نے بتاریخ ۱۰ آبان ۱۳۵۶ف مجلس وضع قوانین میں اپنی تقریر کے بعد اس پیام خسروی کے ذریعہ اہل ملک کو اس امر کی خوشخبری سنائی کہ ملک کے مختلف اغراض اور حکومت کے مابین زیادہ موثر اشتراک عمل کے ذریعہ دریافت کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم کیجا رہی ہے تاکہ حکومت رعایا کی ضروریات اور جذبات سے واقف ہوسکے چنانچہ اس اعلان شاہی کے بعد سے اس غیر سرکاری کمیٹی نے اپنا کام شروع کردیا، اور عوام کے خیالات معلوم کرنے کی غرض سے اس امر کا اعلان کیا گیا کہ عوام بھی اپنے تاثرات، تجربات اور خیالات کو کمیٹی کے سامنے پیش کرسکیں۔

کمیٹی اصلاحات کا عوام سے رابطہ | جس کی بنا پر عوام کی جانب سے متعدد یاد داشتیں پیش ہوئیں جو خلاصہ کمیٹی اصلاحات میں شائع ہوا ہے اس کے بعض خصوصی نکات لکھے جاتے ہیں۔

۱- بعض محضر ایں اس قسم کی ہیں کہ ملک کو اصلاحات کی ضرورت نہیں۔ اسلئے کہ عوام جاہل ہیں عمومیت اور مقام پر علم ہو چکی ہے اور عمومی ادارے اختلافات کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

۲- بعض محضر ایں اس قسم کی ہیں کہ جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مجلس عاملہ کے اراکین کیلئے ایک شاداتی مجلس قائم کی جائے اور موروثی عہدہ داروں کے رواج کو موقوف کیا جائے۔ اس خیال کی تائید کرنے کے لئے عوام میں نہ تو تعلیم کافی ہے اور نہ سیاسی شعور ہے۔

۳- اگر اصلاحات کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو ہندسی تعداد کو نہیں بلکہ سیاسی اہمیت کو تجویز و ترتیب کی بنیاد قرار دیا جائے اس کے مزید سفارشات یہ ہیں، (۱) ایک ایوان ہو، ۲- مقننہ کی حیثیت قانون ساز جماعت کی ہو، ۳- علماء کی موثر نمائندگی، ۴- صدر الصدور کے عہدہ کا احیا، ۵- اس امر کا اعلان کہ ریاست اور فرماں روا کا مذہب حنفی اسلام ہو، ۶- اضلاع اور تعلقات میں انتخاب اور نامزدگی کے مشترکہ اصول پر مقامی احیار کی تخلیق (۱)

۴- بعض یاد داشتیں دو ایوانی مقننہ کی پیش ہوتی ہیں جس میں ذمہ دارانہ حکومت کے نقطہ نظر کو ظاہر کیا گیا ہے اور علاقہ وار نمائندگی کے اصول کو ترجیح دیگئی ہے۔

۵- بعض یاد داشتیں اس قسم کی بھی وصول ہوئی ہے کہ آدی ہندؤں، عیسائیوں اور دیگر اقلیتی قوم کی نشستوں کے تحفظ کے ساتھ معاشی اور معاشرتی اصول پر ایک ایوانی مقننہ کی تشکیل ہر لسانی اعتبار سے ریاست کی تقسیم اور اقلیتوں کے لئے نامزدگی۔

(۱)- اس محضر کو انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے پیش کیا ہے۔

۷۔ ذمہ دارانہ حکومت سے بھی متعلق نظر ہے۔

۸۔ مقننہ کی اکثریتی جماعت کی طرف سے کابینہ کی تشکیل۔ ایک ایوانی مقننہ۔ مخلوط حلقہائے انتخاب۔ اور آبادی کے تناسب سے نشستوں کا تحفظ۔ لسانی اصول پر ریاست کی تقسیم

۹۔ لنگایتوں، جین، اور سکھوں کے جانب سے بھی یادداشتیں پیش ہوئیں جسکے ذریعہ انھوں نے اپنے فرقہ کے لئے تحفظ نشست کا مطالبہ کیا۔

مقننہ دو ایوانی ہو یا ایک ایوانی | وفاقی دستور میں مسائل کی نوعیت اور کام کی کثرت کی وجہ سے دو ایوانی مقننہ ضروری سمجھا جاتا ہے تاکہ اوپر کا ایوان نیچے کے ایوان کے غیر معتدل جمہوری رجحانات کی روک تھام کرسکے۔

نواب سر علی امام مرحوم نے رائے بالمکند آئنجہانی کی پیش کردہ رپورٹ یکم آذر ۱۳۳۱ف پر ایک مبسوط نوٹ کے ذریعہ مسئلہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے دو ایوانی مقننہ کی تجویز مرتب فرمائی۔ لیکن سترہ سال پہلے حیدرآباد کی جو حالت تھی وہ اب نہ رہی، ملک کے امراء اور جاگیردار عصر جدید کے رجحانات سے واقف ہو رہے ہیں اور ملکی معاملات میں دلچسپی سے حصہ لے رہے ہیں ایسی صورت میں اس طبقہ کے لئے دوسرا ایوان مفاد قومی کیلئے مضر ہوگا، ایک ایوانی مقننہ حیدرآبادی ضروریات کیلئے کافی ہوسکتی ہے۔

نشستوں کا تعین | کمیٹی اصلاحات نے اپنی رپورٹ میں تحفظ نشستوں سے متعلق جو قرارداد مرتب کی ہے وہ دراصل رائے بالمکند آنجہانی کی پیش کردہ رپورٹ سے ہے آنجہانی نے اپنی رپورٹ میں جو خیالات ظاہر فرمائے وہ یہ تھے۔

" مسلمانوں کا طبقہ ایسا ہے جن کی تعداد بمقابلہ ہنود کے کم ہے لیکن "
" اس میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا کہ یہ طبقہ نہایت ہی اہم ہے اس "
" ملک میں ان دو طبقات کے لوگ ہی زیادہ آباد ہیں اور مسلمانوں "
" کی سیاسی، اخلاقی قوت اس سلطنت میں کبھی بھی ہندوؤں سے "
" کم نہیں رہی اسلئے ان دونوں کو مجلس مقننہ میں مساوی نشستیں "
" دیجائیں "

چنانچہ کمیٹی اصلاحات نے بھی مساوی نشستوں کی سفارش کی ہے۔

طریقۂ نمائندگی | لیکن اب یہ بھی ایک حل طلب سوال ہے کہ نمائندگی حلقہ وار ہو یا فرقہ داری یا مفادات کی بنیاد پر قائم کیجائے۔

بعض مدبرین کا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان میں قومیت۔ ذات اور مذہب کے اختلاف کی وجہ سے ایسی فرقہ بندیاں ہیں کہ ہر فرقہ بجز اپنے اغراض کے کسی دوسرے فرقے کے اغراض میں واجبی دلچسپی نہیں لیسکتا اسلئے دکن میں فرقہ وارنیابت اور علاقہ وارنیابت کے طریقے کسی طرح کارآمد نہیں ہوسکتے۔ آئنگار کمیٹی نے ان دونوں اصولوں کو پسند نہیں کیا۔ کیونکہ دونوں طریقے فرقہ وارکشمکش کی بڑی حد تک ذمہ دار ہیں۔ ڈاکٹر برخبند رناتھ سیل اور ان کے ذیعلم شرکاء نے بھی اس خیال کی

صحت کو بالواسطہ تسلیم کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ فرقہ وار کشمکش کو کم کرنے کی غرض سے مقننہ میں شعبہ وار نمائندگی کے
عنصر کو اہمیت و نیابت مفید ہوگا۔

مفاداتی نمائندگی

کمیٹی اصلاحات نے حلقہ وار اور فرقہ وار نمائندگی کے بجائے مفاداتی نمائندگی کے اصول کو ترجیح
دی تاکہ دونوں فرقوں میں کشمکش کے بجائے محبت و اتحاد کے جذبات کی پیداوار ہو، مگر مسٹر ویدیا جو اس کمیٹی کے ممبر تھے
انھوں نے آخر وقت اس اصول سے اختلاف کر کے علاقہ وار نمائندگی کو ترجیح دیا جواب میں میر اکبر علی خاں رکن کمیٹی اصلاحات
نے علاقہ وار نمائندگی سے اختلاف کرتے ہوئے ظاہر کیا کہ کمیٹی نے سب سے پہلے مفاداتی طریقہ کو منظور کر کے رپورٹ مرتب
کی مگر بعد میں مسٹر ویدیا نے جو اختلاف کیا وہ موجب افسوس ہے۔ خود مفاداتی نمائندگی میں فرقہ واری کشمکش کا احتمال ہے
مگر میں نے محض مشترکہ کلچر اور مشترکہ قومیت کے پیدا ہونے کی امید سے اس اصول سے اتفاق کیا۔ لیکن اب مسٹر ویدیا کو اس
امر پر اصرار ہے کہ نمائندگی بلحاظ حدود ارضی ہو، میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ایسی صورت میں حیدرآباد کی اہم ترین
اقلیت کے لئے یہ طریقہ کسی طرح مفید و کارآمد نہیں ہو سکتا جب کہ اس اہم ترین اقلیت نے تاریخ دکن میں اپنی رواداری
اور انصاف پرستی کے غیر فانی نقوش مرتسم کر چکی ہے وہ کسی طرح جدید دستور میں اپنے اثر اور اقتدار کو محض قلت تعداد کی
وجہ سے قربان کر دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتی۔ انھیں تاریخی امور کے پیش نظر رائے بالمکند آنجہانی نے مساویانہ
نمائندگی کی تجویز کو قبول کیا ہے، وہی ہونا چاہئے وغیرہ، آخر کمیٹی اصلاحات نے حسب ذیل سفارشات کو مرتب و منظور کیا۔

۱۔ فرمانروا کے قطعی اور کامل اقتدار کے تحت حکومت کے ساتھ عوام کے موثر اشتراک عمل کی ضرورت ریاست کے
داخلی اور خارجی استحکامات کیلئے ناگزیر ہے۔

کونسل میں غیر سرکاری ارکان کا عنصر

آخر کمیٹی اصلاحات میں اس مسئلہ پر بھی غور کیا گیا کہ ریاست کی مجلس عاملہ میں کیوں غیر سرکاری عنصر کو
داخل ہونے کا موقع نہ دیا جائے مسٹر ویدیا نے ابتدا میں یہ خیال ظاہر کیا کہ :-
ذمہ دارانہ حکومت کا تصور مسئلہ تحقیقات کے دائرہ سے خارج نہیں ہے مگر ان کی رائے کے خلاف صدر نشین نے رولنگ دی
تو انھوں نے آخر میں اس پر اصرار کیا کہ مقننہ کی طرف سے منتخب کئے ہوئے کم سے کم ایک رکن کو، اس مقننہ کے دوران کی مدت
کے لئے مجلس عاملہ کا رکن بھی بنایا جائے۔ سرکاری اراکین نے صدر نشین کو توجہ دلائی کہ یہ تجویز مسئلہ تحقیقات کے مفہوم میں
داخل نہیں ہے اور یہ مسئلہ تحقیقات کے دائرہ سے خارج ہے لیکن صدر نشین نے یہ رائے ظاہر کی کہ گو موثر اشتراک عمل کے مفہوم
کی وسعت کے مد نظر اس کی سفارش کی جا سکتی ہے مگر وہ سرکاری اراکین اور مسٹر اکبر علی خاں کی اس رائے سے متفق ہیں کہ
ایسی سفارشوں کا پیش کرنا کچھ زیادہ مناسب نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیدرآبادی دستور کا جدید خاکہ

اعلیحضرت قدر قدرت حکیم السیاست مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ سابع کی بارگاہ فلک اشتباہ سے دستور مملکت آصفی اور مقامی حکومت کے متعلق جو فرمان مبارک شرف صدور لایا ہے اسے معزز باب حکومت کے معروضہ ادب کیساتھ عوام کی اطلاع کی غرض سے جریدۂ غیر معمولی میں شائع کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے۔

علی یاور جنگ معتمد سرکار محکمۂ دستوری

فرمان

عرضداشت صیغہ امور دستوری معروضہ ۲۷ رجادی الاول ۱۳۵۸ھ ملاحظہ سے گذری جس میں کمیٹی اصلاحات کی سفارشات کی نسبت کونسل نے اپنی رائے عرض کی ہے یہ کمیٹی میرے پیام مصدرہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ (۲۲ر ستمبر ۱۹۳۷ء) کی تعمیل میں قایم کیگئی تھی۔

حکم:- کمیٹی کی صدارت کے فرائض دیوان بہادر آر اوامدو آئینگار نے نہایت قابلیت کے ساتھ انجام دئے ہیں اور خود کمیٹی نے جس محنت کے ساتھ اپنے کام کی تکمیل کی ہے اس کی میں قدر کرتا ہوں۔ اب اس کی رپورٹ اور اس پر سرکار عالی کی قرار دادجسے میں منظور کرتا ہوں شائع کردی جاسکتی ہے۔

میری خواہش ہے کہ ممالک محروسہ کے مختلف مفادات اور میری حکومت کے مابین زیادہ موثر اشتراک کے ذرائع مہیا کئے جائیں اور اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لئے میں اب یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ :-

۱۔ مجلس وضع قوانین کی (جس کا نام مجلس مقننہ رکھا جائے) از سرنو تشکیل اس طرح ہو کہ :-

الف۔ اس کے ۴۲ ارکان حسب ذیل طریقہ پر منتخب کئے جائیں۔

(۱) والیان سمستان و جاگیرداران	۲	(۲) معاش داران	۲
(۳) زراعت پیشہ		(۴) مزدوری پیشہ مفادات	۲
پٹہ داران ۸	۱۶	(۵) صنعت وحرفت	۲
کاشتکاران ۸		(۶) تجارت	۲
(۷) بنک کاری	۲	(۸) پیشۂ وکالت	۲
(۹) پیشہ طبابت	۲	(۱۰) طیلسانین	۲
(۱۱) مجالس اضلاع	۲	(۱۲) اضلاع کی بلدیات او قصباتی کمیٹیاں	۲
(۱۳) بلدیہ حیدرآباد	۲		

اور (ب) اس کے ۳۳، ارکان حسب ذیل طریقے پر نامزد کئے جائیں۔
(۱) پانچ ارکان ذیل کے علاقوں کی طرف سے

(الف) ہر سہ پائیگاہ	۳
(ب) علاقہ پیشکاری	۱
(ج) علاقہ سالار جنگ	۱

اور (۲) ۲۸- ارکان سرکار عالی کیطرف سے جن میں ۱۴ سرکاری اور ۱۴ غیر سرکاری ارکان ہوں گے۔
ارکان متذکرہ صدر کے علاوہ ارکان باب حکومت اور صرف خاص کے ۳ نمائندے جن کو میں مقرر کروں گا مجلس مقننہ کے ارکان ہوں گے۔

کونسل نے مجلس مقننہ میں مسلمانوں اور دیگر فرقوں کی نمائندگی کے متعلق جو تجاویز پیش کی ہیں ان سے مجھے اتفاق ہے کونسل کی اس رائے سے بھی مجھے اتفاق ہے جو مجلس مقننہ کے اختیارات اور فرائض کے متعلق اس نے پیش کی ہے نیز امور کی اس تقسیم سے جس کی بناء پر بعض مصرحہ امور مجلس مقننہ کے دائرہ سے خارج اور بعض دیگر مصرحہ امور اس کے دائرہ میں شامل کئے گئے ہیں۔ علیٰ ہذا امور کے ان اقسام سے بھی مجھے اتفاق ہے جن کی بابت مسودات قانون پیش کرنے کا اقدام سرکار عالی ہی کر سکے گی۔

جہاں معمولاً ارکان باب حکومت امراء اور عہدہ داروں میں سے مقرر کئے جاتے ہیں وہاں اگر کسی خاص موقع پر میں اس کی ضرورت محسوس کروں کہ ان حلقوں سے تجاوز کیا جائے تو موجودہ مجلس وضع قوانین کی مجوزہ مجلس مقننہ کی شکل میں توسیع سے مجھے مدد ملیگی کیونکہ اب تقرر کے وقت میرے سامنے مجلس مقننہ کے ایسے ارکان کے بھی نام ہوں گے جنھوں نے اپنے اعلیٰ ضمیر، وفاداری اور پبلک امور کی نسبت اپنی اصابت رائے سے میرا اعتماد حاصل کیا ہوا اور اس امر کا ثبوت دیا ہو کہ رکنیت باب حکومت کی گراں ذمہ داریوں کو انجام دینے کی ان میں قابلیت ہے۔

(۲) آئینی مشاورتی کمیٹیاں حسب ذیل امور کی نسبت قائم کی جائیں۔

الف - زرعی ترقی
ب - تعلیم
ج - فنیانس
د - صنعتی ترقی
ھ - صحت عامہ
و - ہندوؤں کے مذہبی اوقاف
ز - مسلمانوں کے مذہبی اوقاف
ح - امور مذہبی

یہ کمیٹیاں متعلقہ ارکان حکومت کو ایسے معاملات میں مشورہ دیا کریں گی جو ان کمیٹیوں میں پیش کئے جائینگے اور جن کی صراحت کونسل کی رائے میں موجود ہے ان اداروں کی تشکیل اسی طرح ہو گی جس طرح کہ کمیٹی اصلاحات اور کونسل نے تجویز کی ہے۔

میں کونسل کی اس تجویز کا خیر مقدم کرتا ہوں کہ آخر الذکر کمیٹی کا کمیٹی اصلاحات کی فہرست میں اضافہ کیا جائے میں نے اپنی تخت نشینی کے وقت سے اجتماعی اداروں کے قیام کو محض شخصی ذرائع پر ترجیح دی ہے امور مذہبی کے لئے ایک ایسی کمیٹی جس میں دونوں بڑے فرقوں کی نمائندگی مساوی ہو خود میری اس ذاتی خواہش کو پورا کرتی ہے جو ان امور کی نسبت ایک ایسے ہی ادارے کے قیام سے متعلق رہی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ کمیٹی مختلف فرقوں کے درمیان خوش دلی اور باہمی

رواداری کی ان روایات کو برقرار رکھے گی جو دکن میں دودمان آصفیہ کے طویل دورِ حکومت کا طرۂ امتیاز رہی ہیں مجھے توقع ہے کہ یہ کمیٹی سرکار عالی کو جو مشورہ دے گی وہ ایسے اتفاق رائے پر مبنی ہوگا جو آپس میں حکمنہ بحث مباحثہ کے بعد حاصل ہو۔

(۳) حیدرآباد سول سرویس کمیٹی کی ازسرِ نو تشکیل ہو، اور وہ عرضداشت کے مجوزہ طریق کے مطابق ارکان کونسل پر مشتمل ہو۔ یہ سول سرویس کمیٹی شائع شدہ قواعد کے مطابق جملہ سررشتوں میں طریق انتخاب کو منضبط کریگی اور ان تقرراتی مجالس پر نگرانی رکھے گی جن کے ذریعے ہی سے سررشتوں میں آئندہ انتخابات عمل میں آئیں گے، نیز میری خدمات عامہ کے اس جزو کا تعلق جو "حیدرآباد سول سرویس" کہلاتا ہے حسب حال اس کمیٹی سے ہوگا۔

۴۔ (الف) مجالس اضلاع (ب) اضلاع کی بلدیات اور قصباتی کمیٹیوں اور، (ج) بلدیہ حیدرآباد کی ازسرِ نو تشکیل ہو، اور

۵۔ چھاؤنی بورڈس علاقوں یا جاگیروں کی مجالس اضلاع، اور علاقوں یا جاگیروں کی بلدیات اور قصباتی کمیٹیاں قائم کیجائیں۔ ان سب مقامی اداروں میں میری ریاست کے اہم مفادات کی بنیادی ہی پر نمائندگی ہو، اور ترکیب رکنیت اس طرح ہو کہ منتخب شدہ اور نامزد شدہ ارکان کے درمیان حتی الامکان ۵، اور ۳، کا تناسب قایم رہے ان کے فرائض اور اختیارات وہی ہونگے جو کونسل نے تجویز کئے ہیں نیز ان کے منتخب شدہ اور نامزد شدہ ارکان میں دونوں بڑے فرقوں کے مابین تناسب کو اسی طرح مساوی رکھا جائے جس طرح مجلس مقننہ کیلئے سفارش کیگئی ہے۔

۶۔ ان مواضعات میں جہاں ڈھائی ہزار سے پانچہزار تک آبادی ہو پنچایتیں قائم کی جائیں جن کے ارکان ایک ایسی فہرست سے لئے جائینگے جس پر مطلوبہ تعداد سے دگنے نام درج ہوں اور خود یہ فہرست موضع کے قابض املاک کے عام جلسہ میں مرتب کیجائے۔ پنچایتوں کے فرائض اور اختیارات اور ان کی ترکیب رکنیت کے متعلق مجھے کونسل کی رائے سے اتفاق ہے نیز اس تجویز سے کہ دیہی ترقیات کی کارگزار انجمنیں آئینی پنچایتوں کی حیثیت سے تسلیم کیجائیں جس صورت میں ڈھائی ہزار کی کم سے کم آبادی کی شرط پر اصرار کی ضرورت نہیں ہے۔

میں صدر اعظم باب حکومت کو حکم دیتا ہوں کہ وہ سالانہ ضلع کانفرنسوں کے انعقاد کے متعلق صوبہ داروں اور تعلقداروں کے نام مناسب ہدایات جاری کریں۔ ان کانفرنسوں کے ذریعے ایک قدیم اور مفید عملدرآمد کی تجدید ہوگی ان کی نسبت تفصیلی قواعد سررشتہ مال صوبہ داروں سے مشورہ کے بعد مرتب کرے۔

صحافت اور تقریر جو اپنی ذمہ داریوں کا پاس رکھتی ہو، ایک گراں قدر سرمایہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ نئے دستور العمل اخبارات اور جلسہ ہائے عام کے مجوزہ قواعد سے صحافت اور تقریر کے نشو و نما میں ایسی ہی ذمہ داری کا احساس پیدا ہوگا۔ مجھے اس بارے میں مسودات کا انتظار رہے گا قبل اس کے کہ میں انھیں منظور کروں لیکن جہاں تک جلسہ ہائے عام کا تعلق ہے مجھے اس اصول سے اتفاق ہے کہ موجودہ قواعد منسوخ کردئے جائیں اور ان کے بجائے جلسوں کے منعقد کرنے والے قبل از قبل اجازت کے پابند نہ ہوں بلکہ حکام مقامی کو صرف اطلاع دینے پر مجبور رہوں اور ساتھ ہی ساتھ سرکار عالی کی نگرانی میں جس کے ہاں مرافعہ بھی ہو سکیگا۔ حکام مقامی کا یہ اختیار محفوظ ہے کہ وہ صرف ایسی صورت میں کسی جلسہ کو ممنوع قرار دیں جب کہ ان کی رائے میں اس جلسہ سے امن عامہ میں نقص، باغیانہ جذبات میں اشتعال یا مختلف طبقوں میں باہمی عناد پیدا

ہونے کا اندیشہ ہو۔

میرے ان احکام کی تعمیل میں جن قوانین کی ضرورت ہوگی ان کی تکمیل اس طرح ہونی چاہیئے کہ وہ جس قدر جلد ہوسکے نافذ کردئے جایئں وہ اس امر کے مدنظر کہ ساری تجاویز کو قوانین کے نفاذ کے بعد ہی روبہ عمل لانا ضروری ہے مناسب ہوگا اگر انتخابی فہرستوں کی تیاری، قواعد کی ترتیب اور مجلس مقننہ کے دفتر کے قیام کے متعلق ابتدائی کام فوراً شروع کردیا جائے۔

مختلف قوانین کے اغراض کیلئے اس امر کے تعین کے وقت کہ مفادات میں ووٹ دینے کا حق کہاں تک دیا جائیگا سررشتہ متعلقہ کو چاہیئے کہ چند موزوں مقامی عہدہ داروں سے مشورہ کرے۔ مفاداتی بنیاد کو نہ صرف اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ مختلف مفادات کے مابین اور ان میں اور حکومت میں زیادہ قریبی اشتراک پیدا ہو بلکہ اس لئے بھی کہ میری رعایا کے مختلف طبقات کے اغراض پورے ہوں، ووٹ دینے کیلئے مالی معیار کا مقرر کرنا بعض صورتوں میں شاید ناگزیر پایا جائے لیکن اگر کوئی زیادہ بلند معیار مقرر ہو تو میرے نزدیک اس سے ایک حد تک خود وہ مقصد فوت ہوجائے گا جس کی خاطر معاشی بنیاد تجویز کیگئی ہے۔ مزید براں مفادات کی حقیقی نمائندگی کیلئے ضروری ہے کہ وہی لوگ ان میں ووٹ دیں یا امیدوار انتخاب ہوں جو ان مفادات میں مصروف ہوں۔ اور اگر کوئی شخص کسی ایک انتخاب میں کسی خاص مفاد میں ووٹ دے یا امیدوار انتخاب ہو تو اسے اسی انتخاب میں کسی دوسرے مفاد میں ووٹ دینے یا امیدوار انتخاب ہونے کا حق نہ ہوگا۔

اگرچہ کہ کمیٹی اصلاحات کی متفقہ تجویز کی بموجب مقننہ کی نوعیت محض سفارشی ہوگی تاہم یہ فرض کہ دستور کو چلانے میں ہم آہنگی کے جذبہ سے کام لیا جائے اور ایک دوسرے سے اثر لے اسی قدر عاملہ پر عائد ہوتا ہے جس قدر کہ غیر سرکاری ارکان پر۔ مجلس مقننہ کی قرار دادیں اور تحریکیں سررشتوں کے غور کے بعد کونسل میں ضروری کارروائی کیلئے پیش ہونی چاہئیں۔ معمولاً خود کونسل کو کسی قانون کی نسبت توثیق یا امتناع کے اختیارات استعمال کرنے کی اس وقت تک تحریک نہیں کرنی چاہیئے جبتک کہ وہ قانون دوبارہ مجلس مقننہ کے سامنے غور مکرر کیلئے پیش کیا گیا ہو۔ جب کبھی ایسے امور کی نسبت سوال کرنے یا تحریک یا قرار داد یا مسودۂ قانون پیش کرنے کی کوئی اجازت چاہے جو مجلس مقننہ کے دائرہ میں شامل نہیں ہیں تو یہ فیصلہ کرتے وقت کہ اجازت دی جائے یا نہ دی جائے۔ ایسے ہی جذبہ سے کام لینا چاہیئے۔

جن ارکان حکومت کی مدد کیلئے آئینی مشاورتی کمیٹیاں قایم کیجارہی ہیں ان کو چاہئیے کہ وہ اپنی کمیٹیوں کے مشورہ کا مناسب لحاظ کریں اور ایسی صورت میں جب کہ ان کو کسی معاملہ میں کمیٹی کے مشورہ سے اختلاف ہو تو وہ صدر اعظم یا حکومت کے سامنے پیش ہونا چاہیئے یہاں بھی صدر اعظم کے لئے اس کی گنجائش رکھنی چاہیئے کہ وہ ایسے اختلافی معاملہ کو کمیٹی متعلقہ کے غور مکرر کیلئے بھیج سکیں۔

نئے دستور کے تحت میرے مقامی عہدہ داروں پر بہت کچھ ذمہ داری عائد ہوگی خواہ وہ مجالس اضلاع کے روبہ عمل لانے میں ہو یا بلدیہ حیدرآباد یا اضلاع کی بلدیات اور قصباتی کمیٹیوں کے چلانے میں مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے اس نئے بوجھ کو بخوبی تمام برداشت کرسکیں گے۔ مقامی امور کے انتظام میں اب منتخب شدہ ارکان کی اکثریت ان کی رفیق کار ہوگی اور میں امید کرتا ہوں کہ جو قریب تر اشتراک اس طرح ہوگا اس سے وہ حقیقی یگانگت اور بھی نمایاں ہوجائے گی جو دونوں کے اغراض میں پائی جاتی ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ فضل ایزدی اس دستور کے شامل حال رہے۔ میں اسے اپنی رعایا کے جملہ طبقوں کے سپرد خاطر کرتا ہوں میرے امراء کو جو میرے عمائد سلطنت ہیں، والیان سمستان اور جاگیرداروں اور معاشداروں کے جو میرے عطیات سے فیضیاب ہوتے ہیں، کسانوں کے جو میری ریاست کے معاشی نظام کے سنگ بنیاد ہیں اور جواب سب سے پہلی مرتبہ میری حکومت کیساتھ ایسے اشتراک میں شامل کئے جائیں گے ان سب کے جو صنعت وحرفت تجارت، بنک کاروباری یا آزاد پیشوں میں مصروف بہ کار ہیں، ملک کی عورتوں کے جن پر بڑی حد تک ایک قوم کی تشکیل کا دار مدار ہے، اور میری عزیز رعایا کے جملہ دیگر طبقات کے۔

اُس زمانہ سے جبکہ آصفجاہ اول نے اس مسلم ریاست کی جو ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہے بنیاد ڈالی اس کی جمیع رعایا کو بلا امتیاز فرقہ ومذہب وملت مساوی طور پر حقوق شہری حاصل رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اب ان بڑھتے ہوئے حقوق کے استعمال میں ہر ایک دوسرے کے جذبات واغراض کے باہمی احترام کی روایات کو قائم رکھے گا اور سب اس کی شفقت آمیز حکمرانی اور سایۂ عاطفت میں اس ریاست کے لئے شانہ بہ شانہ ہوکر روبہ کار رہوں گے کیونکہ وہی سب کا گرانقدر اور ناقابل تقسیم سرمایہ ہے مجھے یقین ہے کہ اس دستور کے وضع کرنے میں جو نیت محرک رہی ہے اگر وہی اس کے روبہ عمل لانے میں کارفرما رہے تو اس میں نہ صرف موجودہ ترقی کا ایک وسیع اقدام بلکہ جیسے جیسے مرور زمانہ کے ساتھ میری حکومت اور رعایا کا نئی تجربہ حاصل کرے گی آئندہ توسیع کے کثیر امکانات بھی پائے جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ دونوں میری اس نیت اور ان تمناؤں میں میرے شریک رہیں گے جو ہمیشہ میرے جذبات کی محرک رہی ہیں۔ توفیق ایزدی سے اپنے اقتدار اعلی کے استعمال میں مجھے اپنی ریاست کی خاطر خواہ حکمرانی کی ذمہ داری کا گہرا احساس ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس ذمہ داری کی مناسب انجام دہی میں سب کی مساعی جمیلہ اسی طرح میرے ساتھ رہیں گی جس طرح کہ مجھے اور میرے خاندان کو ہمیشہ اُن کی وفاداری اور عقیدت حاصل رہی ہے۔

میرا یہ فرمان کونسل کی عرضداشت کے ساتھ غرۂ جادی الثانی کو جریدۂ غیر معمولی کے ذریعے شائع کیا جائے۔

شرحد ستخط مبارک

۱۹ رجمادی الاول ۱۳۵۸ھ

بہ پیشگاہ بندگان اعلیحضرت پیرو مرشد جہاں پناہ ظل سبحانی سلطان دکن مدظلہ العالی خلداللہ ملکہ

بعد از آستاں بوسی ——— مودبانہ عرض ہے کہ:-

۱- حضرت بندگان عالی کے اوس پیام فیض القیام کی بناء پر جسے فدوی جاں نثار نے تعمیلاً ۲۲ر ستمبر ۱۹۳۷ء کو مجلس وضع قوانین کو سنانے کی عزت حاصل کی تھی جس کمیٹی اصلاحات کا تقرر عمل میں آیا اُس کے سپرد حسب ذیل مسئلہ تحقیقات کیا گیا۔

" ملک کے مختلف اغراض اور حکومت کے مابین زیادہ موثر اشتراک عمل کے ایسے متبادل طریقوں کی تحقیق کرنا اور ان کے متعلق سفارشات پیش کرنا جو ریاست کے حالات اور ضروریات کے مدنظر موزوں اور قابل عمل ہوں اور جن سے حکومت

رعایا کی ضروریات اور جذبات سے ہمیشہ واقف رہ سکے"

یہ کمیٹی اصلاحات معروضہ ذیل میں غیر سرکاری و سرکاری ارکان پر مشتمل تھی :-

دیوان بہادر آر اراموودو ائیگار (صدر نشین جنھیں ایک زائد کاسٹنگ ووٹ کا اختیار دیا گیا)

غلام محمود قریشی بیرسٹر - سی - یس -

پروفیسر قادر حسین

کاشی ناتھ راؤ ویدیا یم - اے - ال - ال - بی -

میر اکبر علی خاں بی - اے - ایل - ایل - بی - بار ایٹ لا -

سید یوسف علی بیرسٹر - سی - یس - اس کمیٹی کے معتمد مقرر کئے گئے لیکن انہیں ووٹ کا حق نہیں دیا گیا -

۲ - اس کمیٹی اصلاحات نے اپنی رپورٹ ۱۳ راگست ۱۹۳۸ء کو محکمہ سرکار امور دستوری میں پیش کی - اس کے بعد رپورٹ کے مختلف اجزا کو متعلقہ سررشتوں میں اظہار رائے کی غرض سے بھیجا گیا - سررشتوں کی جو آرا اس طرح وصول ہوئیں ان پر مجلس امور دستوری نے رپورٹ کے ساتھ ساتھ غور کیا اور پھر اپنی سفارشات کونسل میں پیش کیں، ان ہی سفارشات کی بناء پر کونسل اب اپنی رائے عرض کرنے کی عزت حاصل کرتی ہے -

۳ - اگر اجازت ہو تو کونسل اب رپورٹ کو سرکار عالی کی اس قرار داد کے ساتھ شائع کر دیگی جو منظوری کی غرض سے گذرانی جاتی ہے ۔ کونسل کا ارادہ ہے کہ رپورٹ کی اشاعت کیساتھ ہی مقامی حکومت کی بہبود عامہ سے متعلق ایک اعلامیہ بھی شائع کرے جس کی نقل منسلک ہے ۔ جیسا کہ سرکار عالی کی قرار داد میں ظاہر کیا گیا ہے یہ امر باعث اطمینان ہے کہ کمیٹی اصلاحات نے اپنے دائرہ تحقیقات کی وسعت سے پورا فائدہ اٹھایا چنانچہ اس نے نہ صرف مجلس وضع قوانین سے بحث کی ہے بلکہ ان جملہ شعبوں پر بھی نظر رکھی ہے ۔ جہاں ملک کے اہم مفادات اور حکومت کے درمیان زیادہ موثر اشتراک مفید نتائج پیدا کر سکتا ہے جن امور کو اس طرح ایک ہی دائرہ تحقیقات میں شامل کیا گیا ہے وہ ایک دوسرے سے اس قدر مختلف اور متنائر ہیں کہ وہ سب کسی ایک ہی قانون کا موضوع نہیں بن سکتے ۔ چنانچہ جو تجاویز اس وقت منظوری کی غرض سے پیش کی جا رہی ہیں ان کو قانونی شکل میں پیش کرنے کے لئے متعدد دستور العمل کی ضرورت ہوگی جو ان تجاویز کے مختلف موضوعات پر حاوی ہوں اور بعض تجاویز کی تکمیل کے لئے تو موجودہ قوانین[1] کی ترمیم بھی کرنی پڑیگی ان سب قوانین کی

(۱) ۱ - قانونچہ (جس کا تعلق مجلس مقننہ اور آئینی مشاورتی کمیٹیوں اور ان کے متعلقہ ضمنی یا ذیلی امور سے ہوگا)

۲ - دستور العمل مجالس اضلاع

۳ - دستور العمل بلدیات وقصباتی کمیٹیاں

۴ - دستور العمل پنچایت -

۵ - دستور العمل اختیارات حفظان صحت -

۶ - دستور العمل قرضہ جات اجساد مقامی -

۷ - دستور العمل چھاؤنیات - ۸ - دستور العمل اخبارات - ۹ - قابل ترمیم -

قانون بلدیہ حیدرآباد

نوٹ۔ اس فہرست میں وہ قواعد شامل نہیں ہیں جن کا تعلق مختلف قوانین کے تحت انتخابات۔ انتخابی تنازعات۔ طریقہ کارروائی۔ احکام قایمہ اور دوسرے امور سے ہوگا۔

ایک مشکل اور تفصیلی کام ہے جو منشائے اقدس کے معلوم ہونے کے بعد ہی تکمیل پاسکتا ہے۔ چنانچہ اس معروضہ ادب کے گذراننے کی غایت بھی یہی ہے کہ مجوزہ دستور کے بنیادی اصولوں اور اس کی ہیئت ترکیبی کے بارے میں مرضی مبارک کا علم ہوجائے تاکہ مسودات قانون کی تیاری کا جو کام قبل از قبل شروع ہوچکا ہے اس کی بہ عجلت ممکنہ تکمیل ہو، کونسل بکمال عجز سفارش کرتی ہے کہ اسے اس معروضہ ادب کو ان احکام خسروی کے ساتھ جواب صادر فرمائے جائیں۔ جریدۂ غیر معمولی کے ذریعہ شائع کرنیکی اجازت عطا ہو۔

سلطنت کا بنیادی دستور ۴۔ کمیٹی اصلاحات نے ریاست کے دستور کے لئے جو بنیادی تصور پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ مملکت کا صدر اپنی ذات میں عوام کی بلاواسطہ نیابت کرتا ہے اور اس کا تعلق عوام کے ساتھ نمائندہ جماعتوں کے اراکین کے تعلق کے بہ نسبت زیادہ فطری۔ زیادہ مستقل اور زیادہ گہرا ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں وہ مملکت کا صدر بھی ہوتا ہے، اور عوام کے اقتدار اعلیٰ کی نمائندگی بھی کرتا ہے اس لئے اس قسم کے نظام سیاسی میں صدر مملکت ایک طرف تو (۱) قانون سازی کے دائرہ میں توثیق اور امتناع VETO کے اختیارات کا حامل ہوتا ہے اور دوسری طرف (۲) عاملانہ حکومت کے دائرہ میں کابینہ کی تخلیق اور شکست کا مخصوص اختیار بھی اس کو حاصل ہوتا ہے ــــــ یہ اقتدار اعلیٰ ــــــ دستور کی بنیاد ہے اور اس کی حفاظت ضروری " کمیٹی نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ " سلطنت کے داخلی اور خارجی استحکام کے لئے یہاں بھی حکومت کے ساتھ مختلف اغراض و مفادات کے موثر اشتراک عمل کا نفاذ ضروری ہے " اور قدیم دستوری اور روایتی بنیادوں پر قایم رہ کر ہی ایسے اشتراک عمل کا حصول مفید ہوسکتا ہے " کونسل کو اس بنیادی تصور سے کامل اتفاق ہے چنانچہ اس نے اپنی رائے بھی اسی بنیاد پر پیش کی ہے۔

۵۔ کونسل کو مسرت ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ وسیع ترمعنوں میں متفقہ ہے تاہم دو امور کی نسبت اختلاف رائے پایا جاتا ہے یعنی (۱) موازنہ سے متعلق مقننہ کے اختیارات کا مسئلہ اور (۲) مفادات کی بنیاد پر نمائندگی کا اصول۔

موازنہ موازنہ کے متعلق کمیٹی اصلاحات کے سرکاری ارکان اس کے خلاف ہیں کہ مقننہ میں اس کا پیش کیا جانا یا اس پر بحث کرنا لازمی قرار دیا جائے۔ برخلاف اس کے سب غیر سرکاری ارکان موازنہ کے بالالتزام پیش کئے جانے کے موئد معلوم ہوتے ہیں، خواہ وہ صرف ایک عام بحث ہی کی غرض سے کیوں نہ پیش کیا جائے۔ ان غیر سرکاری ارکان میں سے وہ ارکان کی (بشمول صدر نشیں) یہ بھی رائے تھی کہ مقننہ کو قراردادیں پیش کرنے اور رقمی مطالبات پر ووٹ دینے کا اختیار ہونا چاہیئے۔ کونسل کو سرکاری ارکان کی رائے سے اتفاق نہیں ہے، اس کا خیال ہے کہ موازنہ کا سال میں ایک دفعہ مجلس مقننہ کے سامنے پیش کیا جانا ملک کے اہم مفادات کے ساتھ موثر اشتراک کا ایک بہترین ذریعہ ہے اس لئے کہ ریاست کی آمدنی اور مصارف کا تعین پبلک اہمیت رکھتا ہے۔ لہٰذا کونسل کی سفارش ہے کہ تختہ جات موازنہ کا جن میں صدر اور ذیلی مدات شریک ہوں مجلس مقننہ میں بحث کے لئے پیش کیا جانا لازمی قرار دیا جائے۔ نیز موازنہ پر عام بحث کے علاوہ مقننہ کو صدر اور ذیلی مدات سے متعلق معینہ قراردادوں کے پیش کرنیکا اختیار بھی عطا فرمایا جائے۔ بشرطیکہ

کمیٹی اصلاحات کی سفارش کے بموجب ان امور سے متعلق مصارف جو مقننہ کے دائرہ اختیار سے صراحتاً درج کئے گئے ہیں۔ موازنہ پر بحث و قرار داد کے اغراض کے لئے بھی خارج تصور کئے جائیں مجلس مقننہ کی قرار دادوں پر سرکار عالی غور کرے گی۔ جس کے بعد آخری موازنہ ایک نوٹ کے ساتھ شائع کر دیا جائیگا جس میں یہ بتلایا جائے گا کہ سرکار عالی کس حد تک ان قرار دادوں کو بروئے کار لاسکی ہے۔

مفاداتی یا معاشی بنیاد کی بحث | کمیٹی اصلاحات کے ایک رکن نے مفاداتی بنیاد کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی ہے مگر کونسل اس بنیاد کو اساسی تصور کرتی ہے۔ خود کمیٹی نے اس بنیاد کی تائید میں مدلل بحث کی ہے اور کونسل غیر ضروری سمجھتی ہے کہ اس بارے میں خود کمیٹی نے جو کچھ کہا ہے اس کا یہاں اعادہ کیا جائے، البتہ وہ ایک وسیع تر نقطۂ نظر سے اس بنیاد کے بعض پہلوؤں پر تبصرہ کرنے کی اجازت چاہتی ہے۔ پہلے یہ کہ سیاسی دستوریت اگر علاقہ واری نمائندگی پر مبنی ہو تو وہ مملکت کے معاشی مفادات کی ایسی حقیقی نیابت نہیں کرسکتی جیسی کہ وہ نمائندگی جو خود ان مفادات ہی کی بنیاد پر قائم ہو، دوسرے یہ کہ معاشی بنیادوں پر زیادہ زور دینے سے نہ صرف قانون سازی بلکہ سیاسیات میں بھی حقائق سے زیادہ مطابقت پیدا ہو سکے گی۔ تیسرے یہ کہ ایک ایسے ملک میں جہاں مختلف قومیں زبان اور مذاہب پائے جاتے ہیں معاشی مفادات کی بنیاد ہی نسل، زبان اور مذاہب کی ان رکاوٹوں سے کبھی نہ کبھی متجاوز ہو سکتی ہے جن پر اس قدر غیر متوازن زور دیا جا رہا ہے جبکہ ممالک غیر میں یہ تجربہ نیا نہیں ہے اور خود ہندوستان میں بھی برطانوی ہند اور بعض ریاستوں کے دستور میں جزءً اور بعض مقامات کی حد تک یہی بنیاد قائم کیگئی ہے کونسل کو اس کا علم ہے کہ بعض حلقوں میں یہ اعتراض کیا جا رہا ہے کہ چونکہ صرف وہی لوگ کسی مفاد کے لئے ووٹ دے سکیں گے یا امیدوار منتخب ہو سکیں گے جو اس مفاد میں مصروف ہوں تو جس قماش کے لوگ منتخب ہو کر آئیں گے وہ کافی با زبان یا ترقی یافتہ نہیں ہو سکتے خاصکر جب کہ زراعت اور مزدوری جیسے مفادات کو بھی حق نیابت دیا گیا ہے لیکن یہ دراصل اُن لوگوں کی حجت ہے جو چاہتے ہیں کہ ہر مفاد کی نمائندگی میں ایسیوں کو دخل ہو جنھوں نے سیاسیات کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے کیونکہ جہاں تک اپنی ضروریات کے احساس کا تعلق ہے کونسل کو یقین ہے کہ ایک کسان یا مزدور میں یہ احساس پوری طرح موجود ہے اور اسے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ اپنی نمائندگی ایسے کے تفویض کرے جن کا پیشہ بعض صورتوں میں ممکن ہے اس کے اغراض کے بالکل منافی بھی ہو۔ کونسل یہ بھی محسوس کرتی ہے کہ اگر مفادات کو اس طرح اشتراک کا موقع دیا جائے تو فن قانون سازی میں ان کو سب سے پہلی مرتبہ تربیت بھی حاصل ہو گی اور ساتھ ہی ساتھ قانون سازی کے وقت ان کی ضروریات اور خواہشات سے واقف ہونے کا ایک دستوری ذریعہ بھی پیدا ہو جائیگا۔

فرقہ واری مفادات اور اس کے تحفظ کے طریقے | ۶۔ کمیٹی اصلاحات کی رپورٹ میں اس مسئلہ کا کوئی حل موجود نہیں ہے کہ مخصوص فرقہ واری مفادات کی نمائندگی کا کیا انتظام کیا جائے لیکن کمیٹی کی روئدادوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض ارکان کا خیال تھا کہ جہاں تمثیلاً کسی مفاد کو دو نشستیں دی گئی ہوں تو خود اس مفاد کی انجمن میں انتخاب کے اغراض کے لئے ایسا سمجھوتہ ہونا چاہیئے جس کی بناء پر وہ ایک ہندو اور ایک مسلمان نمائندہ بھیجے ایسے سمجھوتہ کا سہرا حیدرآباد کی انجمن وکلاء کے سر ہے کہ وہ موجودہ مجلس وضع قوانین کے لئے پیشۂ وکالت کی نمائندگی میں اسی قسم کے سمجھوتے کو بروئے کار لاتی رہی ہے اور اس طرح ہر انتخاب میں ایک ہندو اور ایک مسلمان وکیل کا بھیجنا زمانہ قدیم سے اس کا طریق عمل رہا ہے لیکن کمیٹی اصلاحات کے آخری اجلاس کے

وقت دونوں فرقوں کے تعلقات میں وہ کشیدگی پیدا نہیں ہوئی تھی جو بدقسمتی سے اس کے بعد رونما ہوئی اور اب یہ کشیدگی صرف اس ریاست ہی تک محدود نہیں ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی بعض جماعتوں نے جملہ نمائندہ اداروں میں جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب اور آئینی اکثریت کا مطالبہ کیا ہے اور انہی کی مماثل ہندو جماعتوں نے مجلس اقوام کے اس معیار کو پیش کیا ہے جو اقلیتوں کی نمائندگی کے لئے اس نے مقرر کیا ہے اور جس کی رُو سے ریاست کے مسلمان کسی خاص رعایت کے مستحق قرار نہیں پاتے۔ ہندوستان میں اوس معیار پر کبھی عمل نہیں کیا گیا بلکہ چند صوبوں میں تو باوجود اس کے کہ بعض اقلیتوں کی تعداد جملہ آبادی کی ایک فیصد بھی نہ تھی، ان کو ان کی تعداد سے چھ گنی زیادہ نمائندگی دی گئی ہے۔ (۱) کونسل کے نزدیک یہ ممکن نہیں ہے کہ دکنی قومیت ایک متحدہ مملکتی شعور کو ان دونوں انتہاؤں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے اوسے یقین ہے کہ ہر دو فرقہ میں ایسی جماعتیں موجود ہیں جو باہمی اتحاد اور سمجھوتہ کی آرزومند ہیں اور پوری طرح جانتی ہیں کہ اس کے بغیر کوئی حقیقی ترقی ناممکن ہے اسی یقین کی بناء پر فدوی جان نثار نے گزشتہ سال مجلس وضع قوانین میں تقریر کرتے ہوئے باجازت اقدس ایک مشترکہ پلیٹ فارم کی اہمیت پر زور دیا تھا اس کے علاوہ اس ریاست ابد مدت میں مسلمانوں کی اہمیت ان کی تاریخی حیثیت اور وجود سیاسی میں ان کا مرتبہ اس قدر مسلم ہے کہ ان کو مجلس مقننہ میں اقلیت کی گھٹی ہوئی حیثیت نہیں دیجا سکتی ہے (۲) یوں تو ہمیشہ سرکار عالی ہی مقننہ کے اندر اختلافات کو دور کرنے یا فرقوں کے مفاد کو کسی ایسی قانون سازی یا تجویز سے محفوظ رکھنے کے لئے رہے گی جو ان کے مذہب یا مذہبی رسوم پر اثر انداز ہو، لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسے قوانین یا تجاویز جن کو دونوں نے برضامندی اور باہم مشاورت کے بعد پیش کیا ہو بعام طور پر قابل قبول ہی ہوں گے۔ یہاں اس امر کا اعادہ کرنا ضروری ہے کہ سر علی امام مؤید الملک بہادر مرحوم کی صدارت عظمیٰ کے زمانہ میں جب کہ راجہ بہادر جی۔ کرشنما چاری معتمدی وضع قوانین پر مامور تھے تو بندگان عالی نے یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ رعایا کی اخلاقی اور تعلیمی ترقی کے مدنظر بعض امور کیطرف خاص توجہ کی جائے ان امور میں منجملہ اور مسائل کے انتخابی عنصر میں معتدبہ اضافہ جملہ اہم طبقات اور مفادات کی نمائندگی اور اقلیتوں کا مؤثر تحفظ بھی شامل تھا اور ان کی نسبت تحقیقات کے لئے رائے بالمکند آنجہانی کو مقرر فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ آخر الذکر امر کے متعلق کمیٹی اصلاحات نے ان کی رپورٹ سے تفصیلی اقتباسات نقل کئے ہیں، ایک اقتباس یہ ہے کہ "ہندو اور مسلمان ہمارے ملک کی دو آنکھیں ہیں اور ہر شخص اس امر کے قبول کرنے پر مجبور ہوگا کہ بوجہ ہیئت ترکیبی اس سلطنت کے مسلمانوں کی سیاسی اور اخلاقی قوت اس سلطنت میں کبھی ہندؤں سے کم نہیں رہی ہے" ۳- اس بناء پر رائے بالمکند نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے پچاس پچاس کا تناسب تجویز کیا تھا اور اس کے بعد جو ذیلی کمیٹی مقرر کیگئی اور جس کے ایک رکن راجہ بہادر جی کرشنما چاری بھی تھے اس نے بھی اس رائے کی تائید کی تھی اور خود سر علی امام مؤید الملک بہادر کی تجاویز بھی اسی رائے پر مبنی تھیں، پس کونسل کی سفارش ہے کہ اب بھی وہی تناسب ان تمام نمائندہ اداروں کے اغراض کے لئے تسلیم کر لیا جائے جن کے قیام کی سفارش اس معروضہ ادب میں کیگئی ہے تاکہ منتخب شدہ اور نامزد شدہ ارکان ہر دو میں ہندو اور مسلمانوں کی تعداد مساوی رہے۔ فقرات مابعد میں جو تجاویز پیش کیگئی ہیں ان میں اسی اصول کو روبہ عمل لانے کی کوشش کیگئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ نامزد شدہ ارکان میں عیسائیوں اور پارسیوں اور علیٰ ہذا ہریجن اور لنگایتوں کے نمائندوں کو بھی خاص جگہ دی گئی ہے۔

ارباب صحافت | نامزدگی کے وقت ایسے دیگر مفادات کی جیسے گتہ دار اور ارباب صحافت کے مفادات ہیں جن کو کسی اور طرح

حق نمائندگی نہ مل سکا ہو یا دونوں فرقوں کے بعض مخصوص مفادات کی نمائندگی کا بھی لحاظ کیا جا سکتا ہے بہر حال کونسل پوری غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ وہ جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب کی سفارش نہیں کر سکتی۔

مشترکہ حلقہ ہائے انتخاب اس کی رائے میں نشستوں کا تحفظ مفادات کی لازمی بنیاد کو قائم رکھتے ہوئے اور مشترکہ حلقہ ہائے انتخاب ہی کی بنا پر اس شرط کے ساتھ کیا جانا چاہئیے کہ ہر مفاد میں امیدوار انتخاب اپنے فرقہ کے اون ادوٹس میں سے جو دئے گئے ہوں کم سے کم (۴۰) فیصد حاصل کرے۔ ہندو اور مسلم نشستوں کے اس طرح تحفظ سے امیدواران انتخاب میں فرقہ دارانہ رقابت پیدا نہ ہو سکیگی ورنہ اس قسم کی رقابت بہ آسانی تمام خود مفادات کے اندر فرقہ واری تصادم پیدا کردیگی اور اس طرح وہ مقصد فوت ہو جائے گا جس کی خاطر مفاداتی بنیاد مقرر کی جا رہی ہے۔ اس شرط سے کہ ہر مفاد میں امیدوار اپنے فرقہ کے دئے ہوئے ووٹس میں سے کم از کم (۴۰) فیصد ووٹ حاصل کرے اس فرقہ کے اغراض کی حفاظت ہوگی اور دوسری طرف مشترکہ حلقوں کے ذریعہ ہر امیدوار کے انتخاب میں دوسرے فرقوں کی آواز کی بھی شنوائی ہو سکے گی، اختیار نامزدگی کے لئے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا استعمال ان مختلف مفادات کی رائے سے غیر متاثر رہے جن کی حفاظت کے لئے وہ اختیار روبہ عمل لایا جائے گا۔

ہریجن اور کونسل کی سفارش ہے کہ جہاں کسی فرقہ یا مفاد سے ایک بڑی تعداد نامزد کی جانیوالی ہو، جیسا کہ ہریجنوں کے پانچ رکن تو وہاں کوئی ایسے انتخابی طریقے روبہ عمل لائے جائیں جن کے ذریعہ سے سرکار عالی ہریجنوں کی کسی ایسی انجمن یا تنظیم سے جسے اوس نے ان اغراض کے لئے تسلیم کر لیا ہو منتخب شدہ افراد کی ایک فہرست کے منجملہ پانچ افراد کا انتخاب کرلے۔ بہر حال دستور ملک کا اپنی تدریجی ارتقاء کی آخری منزل پر پہنچنا ان نمائندہ اداروں میں مختلف مفادات کے مابین اور خود ان مفادات کے اندر مختلف فرقوں کے درمیان مجوزہ طریق اشتراک کی کامیابی پر منحصر ہے۔

مذہبی تقاریب ۷۔ کمیٹی اصلاحات نے تجویز پیش کی ہے کہ مذہبی تقاریب سے متعلق بعض قواعد اور گشتیوں کی جانچ کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ جہاں مختلف فرقے یکجا رہتے ہوں وہاں ایسے اختلافی مسائل کے پیدا ہونے کا امکان ہے جن کا وقتاً فوقتاً تصفیہ کرنا ضروری ہوگا اور محض ایک موقتی کمیشن کے بجائے کونسل ایک ایسی مستقل کمیٹی کی سفارش کرتی ہے جو خود دستور کا ایک جزو ہوا، اور جس سے حکومت ایسے مسائل میں مشورہ کر سکے، لہذا کونسل کی تجویز ہے کہ ان آئینی مشاورتی کمیٹیوں کے علاوہ جن کی بعض سررشتوں کے لئے سفارش کیگئی ہے۔ قانونچہ میں مزید ایک ایسی کمیٹی کی گنجائش رکھی جانی چاہئیے جو ایسے محضروں اور عرضیوں کے متعلق مشورہ دے سکے جو کافی پبلک اہمیت رکھتی ہوں جو کسی ملت یا فرقہ کی طرف سے حکومت کو ایسے امتناعات یا رکاوٹوں کی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے پیش کیگئی ہوں جو عبادت کرنے یا مذہبی رسوم کی ادائیگی میں قواعد وضوابط سے پیدا ہوں یا ان کو روبہ عمل لانے سے پیش آتی ہوں۔

کمیٹی مذہبی کی تشکیل امور مذہبی کی اس کمیٹی کی تشکیل اس طرح ہونی چاہئیے کہ ایک طرف تو وہ مختلف فرقوں کی ایسی کافی نمائندہ ہو کہ پبلک اس پر اعتماد کر سکے اور دوسری طرف اس کے سرکاری اور غیر سرکاری ارکان میں ہندو اور مسلم نمائندے مساوی تعداد میں رہیں اس کمیٹی میں دوسرے اشخاص کو بھی بشرط ضرورت شریک کار کرنے اور دوسری آئینی مشاورتی کمیٹیوں کی طرح ذیلی کمیٹیوں کے قیام کی گنجائش بھی ہونی چاہئیے۔ ایسی آئینی کمیٹی معروضہ صدر محضروں یا عرضیوں سے

متعلق فرقوں کی ضروریات اور خواہشات سے وقتاً فوقتاً واقفیت حاصل کرنے کا ایک دستوری ذریعہ بن جائے گی اور توقع کی جاتی ہے کہ وہ ممکنہ اختلافات کو دور کرنے کا ایک موثر آلۂ کار ثابت ہو گی۔

راعی و رعایا کے درمیان اشتراک عمل کے ذرائع

۸ - جو تجاویز فقرات ذیل میں پیش کیگئی ہیں وہ حکومت اور رعایا کے مابین اشتراک کے ایک وسیع میدان پر حاوی ہیں اور ان کی کامیابی اس نیت پر منحصر ہے جس کے ساتھ حکومت اور رعایا دونوں ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے آمادہ ہوں یہ تو کسی تجویز کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہمیشہ بجنسہ قایم رہنے کے لئے ہے اور کونسل متوقع ہے کہ بڑھتے ہوئے اشتراک، تعلیم اور نیابتی اور دیگر اداروں کے روبراہ لانے اور مقامی حکومت کے فن میں تجربہ حاصل کرنے سے ان کے حلقہائے اثر بتدریج وسیع ہوتے جا ئیں گے۔ سنہ ۱۳۰۹ف سے مجلس وضع قوانین اس ریاست ابد مدت کے دستور کا ایک لازمی جزو رہی ہے اور گذشتہ دس سال میں مقامی حکومت نے بھی ایسے اداروں کے ذریعہ جو اضلاع اور شہروں میں قائم ہیں کافی ترقی کرلی ہے لیکن موجودہ مجلس وضع قوانین میں سرکاری اکثریت غالب ہے اور اضلاع اور تعلقات کی مجالس میں نصف تعداد سرکاری ارکان کی ہے اور باقی نصف نامزد شدہ غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ہے بلدیات میں اکثریت نامزد شدہ غیر سرکاری ارکان کی ہے، بلدیہ حیدرآباد ۱۳۲۱ف کے قانون نشان (۲) کی تابع ہے جو دیگر اعتبارات سے بمبئی کے مماثل قانون کے نمونہ پر وضع کیا گیا ہے، بلدیہ حیدرآباد کی تشکیل میں منتخب اور نامزد شدہ ارکان کی تعداد مساوی ہے اور بقیہ ارکان علاقوں کی طرف سے اور جاگیرداروں، گریجویٹ، ساہوکاروں اور تجارکی انجمنوں کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ موجودہ تجاویز پر عمل پیرا ہونے سے ہم بہت کچھ ترقی کر جائینگے (۱) سب سے پہلے تو یہ کہ ان کی بناء پر جملہ مقامی نمائندہ اداروں میں منتخب شدہ ارکان کی اکثریت قایم ہو جائے گی اور مقننہ کی حد تک منتخب شدہ ارکان کو بمقابل نامزد شدہ ارکان کے اکثریت حاصل ہو گی۔ ۲- دوسرے یہ کہ یہ ایک وسیع میدان ایسے متعدد امور کا جن میں عوام کی اخلاقی اور مادی بہبودی سے متعلق جملہ امور بھی شامل ہیں۔ قانون سازی کی غرض سے مجلس مقننہ کو اور نظم ونسق کی غرض سے مقامی اداروں کو تفویض کر دیا جائے گا۔ ۳- تیسرے یہ کہ تقریباً ایک ہزار موضعوں میں پنچایتوں کے ذریعہ سے مقامی حکومت کے ارتقاء کی بنیاد ڈالی جائے گی جس میں ہر گاؤں ایک اکائی کی حیثیت رکھیگا چوتھے یہ کہ آئینی مشاورتی کمیٹیاں مذہبی امور اور قومی تعمیر کے کاموں میں ارکان حکومت کو مشورہ دیا کرینگی۔ دستور العمل اخبارات کے ذریعہ سے جس کو دوسرے دستور العمل کے ساتھ ہی نافذ کرنے کا خیال ہے۔ مقامی صحافت رائے عامہ کے اظہار کا ایک موثر ذریعہ بن کر اپنا صحیح مقام پائے گی۔ فی الواقع ریاست میں کوئی ایسا قانون موجود نہیں ہے جو انجمنوں اور تنظیموں کے قیام کے انضباط کے لئے ہو۔

جلسہ ہائے عام

اور جہاں تک جلسہ ہائے عام کا تعلق ہے یہ تجویز عرض کیجاتی ہے کہ موجودہ قواعد منسوخ کردئے جائیں اور یہ انتظام کیا جائے کہ عام جلسوں کے منعقد کرنے والے اجازت لینے پر مجبور نہ ہوں بلکہ صرف مقامی حکام مجاز کو قبل از وقت اطلاع دینا ان کا فرض ہو جس کے لئے ہر قسم کی مقامی سہولت بہم پہنچائی جائے گی۔ البتہ ایسے حکام کا یہ اختیار محفوظ رہنا چاہئے کہ تابع حق مرافعہ ونگرانی صرف اس صورت میں وہ کسی جلسہ کی انعقاد کی ممانعت کر سکیں۔ جب کہ ان کی رائے میں جلسہ کی وجہ سے نقض امن کا اندیشہ ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ اس سے باغیانہ جذبات یا فرقہ داری منافرت

پیدا ہوگی۔

تقررات | جہاں تک سرکاری ملازمتوں کا تعلق ہے اکثر سررشتوں میں آج بھی تقررات کے متعلق سخت قواعد موجود ہیں اور یہ تقررات متعلقہ قواعد کے تحت مناسب اشتہار کے بعد ایسے تقرراتی مجالس کے ذریعہ عمل میں آتے ہیں جو بعض محکموں میں اسی غرض سے قائم ہیں، اب یہ تجویز ہے کہ ایسے شائع شدہ قواعد اشتہار کے طریقہ اور ایسے ہی تقرراتی مجالس کے ذریعہ انتخاب کے عملدرآمد کو ہر سررشتہ کے لئے عام اور لازمی کردیا جائے آئندہ سے اس بارے میں ہر سررشتہ کے طرز عمل کی نگرانی خود کونسل کی ایک خاص ذیلی کمیٹی کی وساطت سے ہوا کرےگی۔ جس کی توضیح فقرہ مابعد میں عرض کیگئی ہے اور جو اس امر کی ضامن ہوگی کہ ان قواعد اور طریق کار کی سختی کے ساتھ پابندی کی جائے۔ آخراً ضلع داری اجتماع کا رواج اضلاع کے حکام انتظامی کو مختلف مفادات اور رعایا سے قریب تر کردیگا اور عوام کی ضروریات اور خواہشات سے حکومت کو باضابطہ طور پر آگاہ کرتے رہنے کے لئے ان اجتماعات کو استعمال کیا جائے گا، معروضہ صدر امور میں سے ہر ایک کے متعلق کونسل کی تفصیلی رائے فقرات مابعد میں گذرانی گئی ہے۔

۹۔ سرکاری ملازمت | اس امر کی اہمیت پر زور دینے کے بعد کہ سرکاری ملازمت عوام کی ضروریات اور خواہشات کے تیقن کے لئے رعایا اور حکومت کے درمیان تعلق پیدا کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ کمیٹی نے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔

"پبلک سروس ملک کے افراد پر مشتمل ہو تو اشتراک عمل بھی موثر ہوتا ہے اس وجہ سے کہ ایسی سروس کی وابستگی راجہ پرجا اور جمہور کے ساتھ دائمی ہوتی ہے اور اس کو رعایا کی ضروریات اور جذبات سے واقف ہونے کے فطری ذرائع حاصل ہوتے ہیں" پھر ————" اس کی شدید ضرورت ہے کہ عام طور پر پبلک سروس کے جملہ مدارج کے انتخاب اور دوسرے امور سے متعلق مناسب انتظام عمل میں آئے۔ کردار۔ قابلیت۔ اور موزونیت کے جدید پیمانوں سے پہلے تقسیم کئے جائیں۔ عصبیت۔ اثر اور پیروی کے کھوٹ کو ان پیمانوں سے دور کیا جائے۔ اور شروع سے آخر تک ضمیرداری کیساتھ اس معیار کو پہونچنے کی کوشش کی جائے جو انفعال مقدمات میں ایک سچے عدالتی حاکم کا معیار ہوسکتا ہے اور اس کے لئے ایک ایسی ایجنسی کے قیام کی ضرورت ہے جو اس معیار پر پوری اترے"

موجودہ ملکی قواعد پر نظر ثانی کی جارہی ہے تاکہ ان کی شرائط کو زیادہ سخت بنایا جائے۔ جہاں تک ملازمت کا تعلق ہے سالار جنگ کمیشن کی سفارشات اور ضابطہ ملازمت سیول عام طور پر جملہ ملازمتوں پر حاوی ہے کئی سررشتوں نے تو مثل سررشتہ جات مال عدالت اور تعلیمات ملازمت میں داخل ہونے کی نسبت قواعد مقرر کئے ہیں۔ بعض سررشتوں میں ہمیشہ اشتہار کے بعد انتخاب ہوتا ہے اور بعض میں تو انتخاب کی غرض سے تقرراتی مجالس بھی موجود ہیں۔ حیدرآباد سیول سروس ایک سیول سروس کمیٹی کے تحت ہے اور اس کے لئے انتخاب شائع شدہ قواعد کے مطابق اور امتحان مقابلہ کے تحت ہوتا ہے۔

کونسل اب اس کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ ہر سررشتہ میں ایک تقرراتی مجلس قائم ہو جو رکن متعلقہ معتمد اور

متعلقہ سررشتہ یا سررشتوں کے افسر پر مشتمل ہو۔ امیدواروں کا انتخاب بالالتزام اشتہار کے بعد اور اون قواعد کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہوئے عمل میں آنا چاہئے جو ہر سررشتہ کی جانب سے شائع کئے جائیں گے اس بارے میں سررشتوں کے عمل کی نگرانی اور انتخاب کے متعلق مختلف سررشتہ واری قواعد میں ربط قائم کرنا حیدرآباد سیول سروس کمیٹی کا فرض ہوگا یہ کمیٹی آئندہ سے خود باب حکومت کی ایک ذیلی کمیٹی ہوگی جس کی صدارت صدر اعظم کریں گے اور جس میں تمام فرقوں میں سے ہر ایک کا کم سے کم ایک رکن ہوگا۔ اگر کوئی معاملہ کسی ایسے سررشتہ سے متعلق زیر بحث آئے جس کا رکن معروضہ صدر ارکان میں نہ ہو تو وہ رکن متعلقہ اوس معاملہ کی حد تک کمیٹی کا رکن تصور کیا جائے گا۔

۱۰۔ حق اجتماع اور آزادی | صحافت اور تقریر کو پبلک زندگی کے فاسد بخارات نکالنے والے پرزے تبلاتے ہوئے "جن کے بند رکھنے سے نظام سیاسی میں نراج کا روگ پیدا ہوتا ہے" کمیٹی نے اس خصوص میں "جائز حدود کے اندر" آزادی کے دئے جانے کی سفارش کی ہے۔ صحافت اور تقریر سے تنقید عامہ کے جو مفید پہلو پیدا ہوتے ہیں اون پر توجہ دلاتے ہوئے کمیٹی نے یہ اظہار خیال کیا ہے کہ "متضاد رجحانات کے توازن اور معاشرہ کے استحکام کو قایم رکھنے کی غرض سے آزادی مطلق پر قیود عائد کئے جاتے ہیں اون میں سے بعض قیود تعزیری دفعات کے شکل میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور بعض خاص حالات میں نافذ کئے جاتے ہیں"

کونسل کو کمیٹی کی سفارشات سے عام طور پر اتفاق ہے۔ بعض دوسری ریاستوں کے برخلاف اس ریاست میں انجمنوں یا تنظیموں کے قیام کے انضباط کے لئے کوئی قانون اس وقت موجود نہیں ہے لیکن عام جلسوں کے متعلق ایسے قواعد موجود ہیں جن کا کلیتاً منسوخ کرنا امن عامہ کے اغراض کا لحاظ کرتے ہوئے ناممکن ہے تاہم نیابتی اداروں کی ترقی کے ساتھ ساتھ کونسل یہ چاہتی ہے کہ موجودہ حالات میں جس قدر آزادی دینا مناسب ہو وہ دی جائے اس لئے اس کی تجویز ہے کہ موجودہ قواعد منسوخ کردئے جائیں اور اون کے بجائے یہ محکوم ہو کہ عام جلسوں کے منعقد کرنیوالے اجازت لینے پر تو مجبور نہ ہوں۔ مگر حکام مجاز کو قبل از وقت صرف اطلاع دینا اون کا فرض ہو جس کے لئے ہر قسم کی مقامی سہولت بہم پہنچائی جائیگی اس کے ساتھ ایسے مقامی حکام کا یہ اختیار محفوظ رہے کہ تابع حق مرافعہ ونگرانی وہ صرف اوس صورت میں کسی خاص جلسہ کے انعقاد کی ممانعت کرسکیں جب کہ ان کی رائے میں اس کا امکان ہو کہ اس جلسہ سے امن عامہ میں نقص یا غیا نہ جذبات یا فرقہ واری منافرت پیدا ہوگی، کونسل یہ امید کرتی ہے کہ قواعد کی مجوزہ ترمیم سے ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے گا اور یہ کہ دونوں اقوام کے لوگ ایسی ضرر رساں اور منافرت انگیز تقریریں کرنے کے لئے اس رعایت کو استعمال کرنے سے احتراز کریں گے جن سے مختلف طبقات یا فرقوں کے درمیان تصادم یا عناد پیدا ہونے کا امکان ہو۔

اخبارات کے متعلق کم و بیش اور مقامی حالات کی روشنی میں بعض تبدیلیوں کے ساتھ برطانوی ہند کے قانون کے مماثل ایک نیا دستور العمل دوسرے قوانین کے ساتھ ساتھ نافذ کئے جانے کی تجویز ہے۔

۱۱۔ مجلس مقننہ | کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ مقننہ یک ایوانی ہو، اور اس کی اکثریت غیر سرکاری ہو، مقننہ کے (۷۰) ارکان ہوں گے لیکن ان میں ارکان باب حکومت کی تعداد شامل نہیں ہے جو بربنائے عہدہ مقننہ کے رکن ہوں گے اور صدر اعظم باب حکومت بربنائے عہدہ مقننہ کے صدر نشین ہوں گے۔ مقننہ کی تشکیل مفاداتی بنیاد پر حسب ذیل طریقہ پر کیجانی چاہئے۔

مفاد		تعداد	مفاد		تعداد
۱- وکالت		۱	۲- طبابت: مغربی طب ۱، مشرقی طب ۱		۲
۳- معلمی		۱	۴- طیلسانین		۱
۵- جامعہ		۱	۶- اناث		۱
۷- ہریجن		۱	۸- مزدور		۱
۹- صنعت وحرفت		۲	۱۰- تجارت		۱
۱۱- بنک کاری	دیسی بنک کاری	۲	۱۲- زراعت	پٹہ دار ۸	۱۲
	امداد باہمی اور مشترکہ سرمایہ کی بنک کاری	۱		کاشتکار ۴	
			۱۳- جاگیردار		۲
			۱۴- معاشدار		۱
۱۵- بلدیات اضلاع		۱	۱۶- بلدیہ حیدرآباد		۱
۱۷- مجالس اضلاع		۱	۱۸- علاقہ جات		۸
۱۹- دیہی مصنوعات		۱		صرف خاص ۲	
۲۰- پست طبقات		۱		علاقہ پائیگاہ ۳	
۲۱- دوسرے طبقات جن کی نمائندگی بذریعہ انتخاب عمل میں نہ آسکی ہو		۳		علاقہ پیشکاری ۱	
				علاقہ سالار جنگ ۱	
۲۲- دیگر		۶		سمستان ۱	
۲۳- سرکاری ارکان		۱۸			

ان مفادات کے منجملہ (۱) سے (۱۷) تک کی نمائندگی انتخاب کے ذریعہ اور باقی کی نمائندگی کے ذریعہ عمل میں لائی جائے گی۔

اختیارات مقننہ | کمیٹی نے چند امور کی صراحت کی ہے جن کے متعلق اس کی رائے ہے کہ حکومت کی اجازت کے بغیر مسودات قانون پیش کرنے سوالات یا ضمنی سوالات کرنے اور قراردادوں اور تحریکوں کے پیش کرنے اور ان امور پر بحث کرنے کا اختیار مقننہ کو ہونا چاہیئے۔ چند دیگر امور کے متعلق بھی جن کی اسی طرح صراحت کیگئی ہے کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ مقننہ کو اسی طرح اختیارات حاصل ہوں بجز اس کے کہ ان امور کے متعلق مسودات پیش کرنے کے لئے پہلے سے حکومت کی تحریری اجازت حاصل کی جائے۔ پھر ایک اور فہرست میں وہ امور درج کئے گئے ہیں جن کے متعلق کمیٹی کی سفارش ہے کہ کوئی مسودہ قانون پیش نہ ہو بجز اس کے کہ وہ حکومت کی طرف سے پیش کیا جائے اور ان امور کے متعلق مقننہ کو سوالات یا ضمنی سوالات کرنے یا تحریکات پیش کرنے اور ان پر بحث کرنے . . . . کا اختیار نہ ہو۔ آخر میں چند ایسے امور کی بھی صراحت کی گئی ہے جن کے متعلق کمیٹی کی سفارش ہے کہ وہ جملہ اغراض کیلئے مقننہ کے دائرہ سے صراحتاً خارج قرار دئے جائیں۔

کمیٹی کی یہ بھی سفارش ہے کہ مقننہ کے منظورہ مسودات قانون کی حیثیت محض سفارشی ہو، اور وہ نہ صرف حکومت کے اختیارات امتناع کے تابع ہوں بلکہ حکومت کو ان مسودات قانون کی توثیق کا اختیار بھی ہو جو مقننہ سے مسترد کردئے جائیں اور کوئی مسودۂ قانون اس وقت تک قانون متصور نہ ہو جب تک کہ پیشگاہ خسروی سے وہ منظور نہ ہو جائے۔ حکومت کو ناگہانی اور فوری ضرورتوں کے لئے اپنے طور پر توانین کے نافذ کرنے کا اختیار ہو۔ ایسے توانین ابتداءً چھ مہینے کے لئے نافذ رہیں گے مگر اس مدت میں مزید چھ مہینے کی توسیع کا امکان بھی ہونا چاہیئے اسی طرح حکومت کو یہ حق تعبیر بھی حاصل ہونا چاہیئے کہ کونسا امر کس خاص فہرست کے مصرحہ امور میں شامل ہے۔

سرکاری زبان | حکومت کی سرکاری زبان یعنی اردو مقننہ کی بھی سرکاری زبان ہونی چاہیئے۔ البتہ صدرنشین کو یہ اختیار ہو کہ وہ ایسے ارکان کو جو کافی اردو نہ جانتے ہوں تلنگی - مرہٹی، کنڑی یا انگریزی میں ایوان کو مخاطب کرنے کی اجازت دیں۔ ہر مجلس کی مدت پانچ سال کی ہو۔

موازنہ پر بحث | موازنہ کے متعلق کمیٹی کی اکثریت کی رائے ہے کہ مجلس وضع توانین کو صرف بحث کا حق دیا جائے۔ دوسری سفارشوں میں صدرنشین کا یہ اختیار بھی شامل ہے کہ وہ کسی فوری پبلک اہمیت رکھنے والے صریح اور معینہ معاملہ پر بحث کے لئے التوا کی تحریکوں کو اپنے اختیار تمیزی سے منظور یا نامنظور کریں مگر شرط یہ ہو کہ وہ امر زیر تجویز عدالت نہ ہو۔ اور ان امور میں داخل ہو جن کی صراحت کمیٹی کی مجوزہ فہرستوں میں سے پہلی اور دوسری فہرست میں کیگئی ہے۔ صدرنشین کو یہ اختیار بھی ہو کہ اپنے غیاب میں باب حکومت کے کسی اور رکن کو مجلس وضع توانین کی صدارت کے لئے نامزد کرے۔

حکومت کا فیصلہ | کونسل کو اس تجویز سے اتفاق ہے کہ مقننہ یک ایوانی ہو، اور خصوصاً جب کہ نمائندگی کے لئے مفادات کی بنیاد مقرر کیگئی ہے تو یہ ضروری ہے کہ مختلف مفادات کے نمائندے ایک ہی ایوان میں سونچ بچار کریں۔ آئندہ سے مجلس توانین کو "مجلس مقننہ" اور انگریزی میں (Legislative Assembly کہنا زیادہ بہتر ہوگا) کمیٹی اصلاحات کی تجویز اگر روبہ عمل لائی جائے تو ایک غیر سرکاری لیکن نامزد شدہ اکثریت قایم ہوگی۔ لیکن کونسل کی سفارش ہے کہ اس سے بڑھ کر قدم رکھنا چاہیئے تاکہ نامزد شدہ ارکان کے مقابل میں منتخب شدہ ارکان کو اکثریت حاصل ہو۔ ارکان باب حکومت کے علاوہ جن کی تعداد اس وقت سات ہے اور جن کو بربنائے عہدہ مجلس مقننہ کی رکنیت حاصل ہونی چاہیئے۔ نیز ان تین نمائندگان صرف خاص مبارک کے علاوہ جن کو بندگان عالی مقرر فرمائیں گے۔ کونسل کی سفارش ہے کہ مجلس کی معروضہ ذیل طریقہ پر تشکیل ہو۔

تشکیل مقننہ کا حکومتی فیصلہ | (الف) بیالیس نمائندے حسب ذیل اہم مفادات کے جو بربنائے انتخاب ارکان مجلس ہوں۔

۱۔ والیان سمستان اور جاگیرداران	۴	۲۔ معاشداران	۲
۳۔ زراعت پیشہ		۴۔ مزدوری پیشہ مفادات	۲
پٹہ داران ۸	۱۶	۵۔ صنعت وحرفت	۲
کاشتکاران ۸		۶۔ تجارت	۲

۷- بنک کاری	۲	۸- پیشہ وکالت	۲
۹- پیشہ طبابت	۲	۱۰- طیلسانین	۲
۱۱- مجالس اضلاع	۲	۱۲- اضلاع کی بلدیات اور قصباتی کمیٹیاں	۲
۱۳- بلدیہ حیدرآباد	۲		

(ب) ارکان نامزد شدہ جن میں سے (۱) سرکار عالی چودہ سرکاری اور ۱۴ غیر سرکاری ارکان کو نامزد کرے گی اور (۲) علاقہ جات حسب ذیل نمائندے نامزد کریں گے۔

۱- ہرسہ پائیگاہ	۳	۲- علاقہ پیشکاری	۱
۳- علاقہ سالار جنگ	۱		

علاقوں کی نسبت کونسل کی سفارش ہے کہ اگر صاحبان علاقہ خود مقننہ میں آنا پسند کریں تو ان کے لئے اس کا موقع رہنا چاہیئے ورنہ صاحب علاقہ کو اس کا اختیار ہونا چاہیئے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے کسی ہم قوم کو بلکہ بہتر تو یہ ہوگا کہ کسی صلبی وراثت یا قریبی رشتہ دار کو نامزد کریں۔ صاحب علاقہ کے نابالغ یا فاتر العقل ہونے کی صورت میں سرکار عالی خود کسی نمائندے کو نامزد کرسکیگی۔

منتخب شدہ نمائندوں کی حد تک اس شرط کو لازم کردیا جانا چاہیئے کہ والیان سمستان اور جاگیرداروں کے چار نمائندوں میں سے کم ازکم ایک ایسا ہو جو والی سمستان ہو، نیز مفادات کی حقیقی نمائندگی کی غرض سے یہ ضروری ہے کہ وہی لوگ جو کسی مفاد میں مصروف ہوں اس میں ووٹ دینے اور امیدوار انتخاب ہونے کا حق رکھیں علاوہ ازیں کسی ایک ہی انتخاب میں اگر کوئی شخص کسی ایک مفاد کے لئے ووٹ دے رہا ہو یا امیدوار انتخاب ہو تو اوسے کسی دوسرے مفاد کے لئے ووٹ دینے یا امیدوار انتخاب ہونے کا حق حاصل نہ ہونا چاہیئے۔

جہاں تک نامزد شدہ ارکان کا تعلق ہے۔ سرکار عالی کے لئے اس کا امکان ہونا چاہیئے کہ وہ سرکاری ارکان میں ردّو بدل کرسکے بشرطیکہ مقررہ تعداد سے تجاوز نہ ہو تاکہ جب کوئی خاص معاملہ زیر بحث آئے تو عہدہ داران متعلقہ نامزد کئے جاسکیں۔ ایک نامزد شدہ رکن جس کا سرکاری ہونا لازمی نہیں ہے جامعہ کی نمائندگی کے لئے مجلس رفقا جامعہ سے ہمیشہ نامزد کیا جانا چاہیئے۔ نامزد شدہ غیر سرکاری ارکان کے منجملہ پانچ ہندو ارکان ہریجن ہونے چاہئیں اور ایک لنگایت نیز سرکار عالی کو کم ازکم دو عیسائی (ایک اینگلو انڈین اور ایک انڈین کرسچین) اور ایک پارسی رکن نامزد کرنا چاہیئے بعرو ضہ صدر حدود کے اندر کم ازکم دو خواتین کی نامزدگی کا بھی انتظام کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ رہے وہ لوگ جن کا تعلق ایسے مفادات سے ہے جن کو کسی اور طرح نمائندگی حاصل نہ ہوئی ہو جیسے کہ ارباب صحافت یا گتہ دار یا دونوں بڑے فرقوں کے بعض مخصوص مفادات تو ان کے لئے بھی نامزدگی کے ذریعہ گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔

ہندو اور مسلمانوں کا تناسب ان وجوہ کی بنا پر جو پہلے عرض کیجاچکی ہیں ہر ایسے مفاد کو جسے نمائندگی کے لئے حق انتخاب دیا گیا ہے ہندو اور مسلم نمائندوں کی مساوی تعداد مجلس مقننہ میں بھیجنا پڑے گا، اور اسی طرح ۲۸ نامزد شدہ ارکان میں بھی دونوں فرقوں کے درمیان اسی قسم کی مساوات قایم کیجائے گی۔ مجلس مقننہ کے مجوزہ فرائض اور اختیارات سے

کونسل کو عام طور پر اتفاق ہے بجز اس کے کہ اس کی رائے میں سر دست حق سوال میں ضمنی سوالات کرنے کا حق شامل نہ ہونا چاہئے اس وجہ سے کہ اپنی ضمنی سوالات کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری ارکان کو چنداں تجربہ کی ضرورت ہے۔ مزید براں کونسل یہ محسوس کرتی ہے کہ کمیٹی اصلاحات کی مجوزہ چار فہرستیں غالباً مشکل اور پیچیدہ ثابت ہوں گی چنانچہ اب یہ طریقہ تجویز کیا گیا ہے کہ خود قانونچہ کے متن میں ایسے امور کی صراحت کر دینے سے جو مجلس مقننہ کے دائرہ سے صراحتاً خارج کر دئے جائیں گے اور اسی طرح امور کے ایسے اقسام کی بھی صراحت کر دینے سے

مسودات قانون | جن کی بابت مسودات قانون کے پیش کرنے کا اختیار صرف سرکار عالی کو ہو یہ ممکن ہو گا کہ سوالات تحریکات مسودات قانون، قراردادوں اور دوسری کارروائیوں کے اغراض کیلئے ایک زیادہ طویل فہرست مجلس مقننہ کے تفویض کر دی جائے۔ جو امور باقی رہ جائیں گے وہ بہت کم ہوں گے اور ان کی صراحت نہیں کیجائے گی۔ ایسے غیر مصرحہ امور کے متعلق مقننہ کا کوئی رکن سوال، قرارداد، تحریک مسودہ قانون یا دیگر کارروائی پیش کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ قبل از قبل سرکار عالی کی اجازت حاصل کر چکا ہو۔ منسلکات عرضداشت میں مجوزہ قانونچہ کی اس دفعہ کا مسودہ پیش کیا گیا ہے جس میں مجلس کے فرائض اور اختیارات محکوم ہوں گے ان امور میں جو مقننہ کے دائرہ میں شامل ہیں اور جن کی صراحت اس فہرست میں کی گئی ہے جو ضمیمہ منسلکات کی شکل میں گذرانی جا رہی ہے، اب اس قدر وسیع کر دی گئی ہے کہ وہ باون مدات پر حاوی ہیں حالانکہ کمیٹی اصلاحات نے چوالیس مدات ہی کی سفارش کی تھی۔ فہرستوں کی اس طرح از سر نو ترتیب کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ ان امور کی نئی فہرست میں جو صراحتاً مجلس مقننہ کے دائرہ سے خارج کر دئے گئے ہیں، کمیٹی اصلاحات کی مجوزہ فہرست کے برخلاف ایسے امور اب شامل نہیں ہیں جن کا قانون سازی کے اغراض کے لئے معمولاً مقننہ میں پیش کیا جانا ضروری ہے۔ اس طرح "زر سکہ سازی اور زر قانونی" کو اوس فہرست سے خارج کر کے امور کے اون اقسام میں شامل کیا گیا ہے جن کی بابت قانون سازی کے اغراض کے لئے سرکار عالی ہی اقدام کر سکتی ہے، لیکن چونکہ ممکن ہے کہ کسی ایسی مد کی نسبت جیسی کہ "فوج اور پشمول کوتوالی دوسری مسلح جمعیتیں" ہیں۔ بعض اوقات قانون وضع کرنے کی ضرورت ہو (مثلاً قانون فوج و قانون پولیس) اس لئے اس کی گنجائش ہونی چاہئے کہ کسی ایسی مد کو اگرچہ کہ وہ اوس فہرست میں شامل ہو جو مقننہ کے دائرہ سے صراحتاً خارج کیگئی ہے قانون سازی کی غرض سے خاص اختیارات شاہی کی بناء پر اجازت خسروی سے مقننہ میں پیش کیا جا سکے نئی ترکیب کا ایک دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے بہت سے اہم امور مقننہ کے دائرہ میں شامل کر لئے گئے ہیں جو کمیٹی اصلاحات کی سفارشات کے مطابق قانون سازی کی حد تک سرکار عالی کے اقدام یا اوس کی قبل از قبل اجازت کے محتاج تھے۔ اس طرح شفاخانہ کے سیونگس بنک۔ قرنطینہ۔ شخصیئے۔ قانون۔ بیمہ بنک کاری کا طریقہ۔ اوران کے معیار۔ کارخانے۔ مزدوروں کی بہبودی۔ مزدوروں کے حالات، بیروزگاری کا بیمہ۔ اور صنعتوں کی ترقی۔ جملہ امور اب صراحتاً مقننہ کے دائرہ میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ کسی حال ایک شرط یہ عائد کر دی جانی چاہئے کہ کوئی مسودہ قانون اگر وہ ممالک محروسہ کی کسی ملت یا فرقہ کے مذہبی عقائد یا رسوم کو متاثر کرتا ہو، مقننہ میں اوس وقت تک پیش نہ ہو سکے، جب تک کہ اوس کے متعلق قبل از قبل سرکار عالی کی تحریری اجازت حاصل نہ کیگئی ہو، اور یہ کہ ایسے مسودہ قانون کی پیشکشی اون شرائط کی تابع ہو جو سرکار عالی اس بارے میں مقرر کرے۔

کمیٹی اصلاحات کی بقیہ سفارشات سے کونسل کو عام طور پر اتفاق ہے۔ کونسل نے موازنہ کے متعلق اپنے خیالات

فقرہ (۵) میں عرض کردئے ہیں۔ صدر اعظم کی عدم موجودگی میں مقننہ کے اجلاسوں کی صدارت کرنے کے لئے ایک رکن کونسل کی نامزدگی کے متعلق کونسل کی ناچیز رائے ہے کہ صدر اعظم ارکان مقننہ میں سے ایک نائب صدر کا تقرر کرسکیں جس کی تنخواہ بھی مقرر ہو، اور جو صدر اعظم کی غیر موجودگی میں صدارت کے فرائض انجام دے۔ اس طرح غیر سرکاری ارکان کو بھی خواہ وہ بربنائے انتخاب یا نامزدگی مقننہ کے رکن ہو۔ اجلاسوں کی صدارت اور صدر نشین کی نیابت کرنے کا موقع ملیگا۔

۱۲۔ آئینی مشاورتی کمیٹیاں | کمیٹی کی سفارش ہے کہ مختلف مفادات اور حکومت کے درمیان زیادہ قریبی اشتراک قائم کرنے کا ایک اور ذریعہ حسب ذیل آئینی مشاورتی کمیٹیوں کی شکل میں پیدا کیا جا سکتا ہے جو متعلقہ ارکان حکومت کے زیر صدارت قایم کیجا ئیں اور جو غیر سرکاری اور سرکاری ارکان کی مساوی تعداد پر مشتمل ہوں۔ غیر سرکاری ارکان کا مجلس وضع قوانین ہی سے لیا جانا ضروری نہ ہو اور سرکاری ارکان سررشتہ جات متعلقہ کے عہدہ دار ہوں۔

الف۔ مالیات کی مجلس قائمہ
ب۔ صحت عامہ کا بورڈ
ج۔ زرعی ترقی کا بورڈ
د۔ صنعتی ترقی کا بورڈ

ھ۔ تعلیمی بورڈ۔ جس کے ساتھ ذیلی کمیٹیاں اون ہی اصولوں پر قائم کی جائیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور ان کا تعلق تعلیم کے حسب ذیل شعبوں سے ہو۔

۱۔ ابتدائی تعلیم
۲۔ ثانوی تعلیم
۳۔ تعلیم بالغان
۴۔ فنی اور صنعتی تعلیم
۵۔ جسمانی تعلیم
۶۔ تعلیم نسوان اور
۷۔ تعلیم پست طبقات

و۔ مجلس قائمہ مسلمانوں کے اوقاف کے انتظام کے لئے۔
ز۔ مجلس قائمہ ہندوؤں کے اوقاف کے انتظام کے لئے۔

ان بورڈس اور کمیٹیوں کو عام پالیسی کے مسائل، صرفہ عائد کرنیوالی جملہ نئی تجاویز۔ متعلقہ سررشتوں کی سالانہ رپورٹوں۔ اور اون سب اہم مسائل پر جو حکومت اون کے مشورہ کی غرض سے روانہ کرے۔ بحث اور اظہار رائے کا اختیار حاصل ہو، لیکن اونہیں متعلقہ سررشتوں کی انتظامی تفصیلات سے کوئی سروکار نہ ہو۔ یہ کمیٹیاں تین تین سال کیلئے مقرر کی جائیں اور سررشتہ جات متعلقہ کے افسران کے معتمد ہوں کیمٹی نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ ان آئینی مشاورتی کمیٹیوں کی روئدادیں راز میں رکھی جانی چاہئیں۔

اس وقت بھی کئی بورڈ اور کمیٹیاں مختلف سررشتوں سے متعلق موجود ہیں چند تو ایسی ہیں جو فرامین مبارک کی بناء پر قایم کیگئی ہیں؛ تاہم یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جملہ بورڈس اور کمیٹیوں کو جن کا تعلق اون امور سے ہو جن کی کمیٹی اصلاحات نے اس غرض سے صراحت کی ہے، ایک واحد دستور کے دائرہ میں لایا جائے اور ان کو ایک آئینی حیثیت عطا کیجائے اسلئے کونسل کو کمیٹی اصلاحات کی سفارشات سے عام طور پر اتفاق ہے اور اس کی تجویز ہے کہ خود قانونچہ میں ایسی آئینی مشاورتی کمیٹیوں کے لئے گنجائش رکھی جائے کونسل حسب ذیل کمیٹیوں کے قیام کی مودبانہ سفارش کرتی ہے:-

۱- زراعتی ترقی	۲- تعلیم
۳- فنیانس	۴- صنعتی ترقی
۵- صحت عامہ	۶- ہندوؤں کے مذہبی اوقاف
۷- مسلمانوں کے مذہبی اوقاف	۸- امور مذہبی

آخرالذکر کمیٹی کی نسبت کونسل نے اپنی رائے اس معروضہ ادب کے فقرہ (۷) میں عرض کردی ہے۔

. . . .

مناسب ہوگا اگر معروضہ بالا کمیٹیوں کے ارکان کی تعداد بلحاظ ضرورت بڑھائی یا گھٹائی جاسکے بشرطیکہ کمیٹی اصلاحات کی سفارش کے مطابق سرکاری اور غیر سرکاری ارکان کا تناسب ہر کمیٹی میں ہمیشہ مساوی رہے۔ نیز اس کی گنجایش رکھی جانی چاہیئے کہ اصل کمیٹیوں کے تحت ذیلی کمیٹیاں بھی جہاں ضرورت ہو قایم کیجا سکیں تاکہ خصوصی نوعیت رکھنے والے امور جو ماہرانہ غور کے محتاج ہوں ان کے سپرد کئے جاسکیں۔ آئینی مشاورتی کمیٹیوں کے فرائض اور اختیارات بجز آخرالذکر کمیٹی کے فرائض اور اختیارات کے جن کا ذکر فقرہ (۷) میں کیا گیا ہے مناسب ہے وہی ہوں جن کی سفارش کمیٹی اصلاحات نے کی ہے لیکن سررشتہ جات کی سالانہ رپورٹیں کمیٹی کے روبرو اگر پیش کیجائیں تو ان کو محض اطلاع کی غرض سے حکومت کے تبصرہ اور رپورٹ کی اشاعت کے بعد ہی پیش کرنا چاہیئے۔ ورنہ نظم ونسق کی ان رپورٹوں کی اشاعت میں تاخیر ہونیکا اندیشہ ہے۔ صدرالمہامان متعلقہ کو جو بربناء عہدہ ایسی کمیٹیوں کے صدر نشین ہوں گے یہ اختیار دیا جانا چاہیئے کہ وہ اپنی صوابدید پر ان امور کے علاوہ جو معمولاً کمیٹیوں کے دائرہ میں داخل ہوں گے اور اس بناء پر ان کے سامنے پیش کئے جائیں گے ایسے دوسرے امور کو بھی کمیٹیوں میں رجوع کرسکیں جن کے متعلق وہ یہ محسوس کرتے ہوں کہ کمیٹیوں کا مشورہ ان کی سررشتہ جاتی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں معاون ثابت ہوگا۔ فنیانس کمیٹی اس کی مجاز ہوگی کہ موازنہ کے نوٹ پر کسی ایسے اسکیم یا تجویز پر جو نئے محصول عائد کرتی ہو یا محصولات میں اضافہ کرتی ہو، توفیر آمدنی یا تخفیف مصارف کے اہم مسائل پر، ان خاص کمیٹیوں کی رپورٹوں اور سفارشات پر جنھیں معروضہ صدر امور میں سے کسی امر پر غور کرنے کی غرض سے سرکار عالی نے مقرر کیا ہو، اور معروضہ بالا امور سے متعلق مسودات قانون پر جن کے مقننہ میں پیش کرنے کی تجویز ہو۔ غور۔ بحث اور اظہار رائے کرے بشرطیکہ وہ امور جو مقننہ کے دائرہ سے صراحتاً خارج کردئے گئے ہیں اس کمیٹی فنیانس کے اغراض کے لئے بھی خارج متصور ہوں۔ چونکہ یہ کمیٹیاں صدرالمہاموں کو جو ان کے بربناء عہدہ صدرنشین ہوں گے مشورہ دینے کی غرض سے قایم کی جائیں گی اس لئے یہ مناسب نہ ہوگا کہ ان کے کسی صدرنشین کو ووٹ یا کاسٹنگ ووٹ دینے کا اختیار دیا جائے اور اس بارے میں غالباً خود بارگاہ اقدس کا یہ منشائے مبارک ہوگا کہ ان کمیٹیوں کی رائے کا مناسب لحاظ کیا جائے، چنانچہ کونسل متدعی ہے کہ اس کے متعلق مناسب ہدایت بھی صادر فرمائی جائے۔ اس خصوص میں قانونچہ کے تحت تفصیلی قواعد بنانے ہوں گے تاکہ طریق کارروائی منضبط ہوجائے اور ہر کمیٹی کے معتمد پر لازم ہوجائے کہ وہ کمیٹی کی صحیح روئداد کو ہر رکن کی رائے کے ساتھ ضروری کارروائی کی غرض سے صدرالمہام متعلقہ کے پاس پیش کرے جو اس صورت میں کہ وہ سے کمیٹی کی اکثریت سے اختلاف ہو، اوس کارروائی کو صدر اعظم کے پاس پیش کریں گے اور اپنے اختلاف کے وجوہ بھی ظاہر کریں گے۔

کونسل کو اتفاق ہے کہ آئینی مشاورتی کمیٹیوں کے ارکان کے لئے یہ لازم نہ ہونا چاہئے کہ وہ مجلس مقننہ ہی کے رکن ہوں۔ لیکن اس امر کے مدنظر کہ بعض اہم سررشتوں سے ان کمیٹیوں کا راست تعلق ہوگا۔ نیز اس کا لحاظ کرتے ہوئے کہ ارکان مقننہ ایسے معاملات سے واقفیت حاصل کریں تو یہ امر مقننہ اور سرکار عالی ہر دو کیلئے مفید ہوگا۔ سفارش کیجاتی ہے کہ معمولاً مقننہ ہی کے رکن ایسی کمیٹیوں کے رکن بنائے جائیں۔ . . . .

. . . .

۱۳ - مقامی حکومت | کمیٹی اصلاحات کی رپورٹ ممالک محروسہ میں مقامی حکومت کے اداروں کے سابقہ نشو و نما کی بالکلیہ صحیح اور مکمل کیفیت نہیں دیتی۔ لہٰذا کونسل کا ارادہ ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ کی اشاعت کے ساتھ ہی ایک علیحدہ اعلامیہ جاری کیا جائے جس میں اضلاع اور تعلقات کی مجالس اور اضلاع کی بلدیات اور قصباتی کمیٹیوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر ہوگا مقامی حکومت کی موجودہ حالت مختصراً یہ ہے کہ علاقہ دیوانی کے تمام اضلاع میں مجالس ضلع اور تمام تعلقوں میں تعلقہ بورڈ قائم ہیں۔ مال کے عہدہ دار ان کے صدر نشین ہوا کرتے ہیں اور ان کے ارکان کے منجملہ نصف تعداد سرکاری اور نصف تعداد نامزد شدہ غیر سرکاری ارکان کی ہوتی ہے آٹھ بڑے قصبات میں بلدی کمیٹیاں قایم ہوچکی ہیں جن میں پانچ سرکاری اور نو سے پندرہ تک نامزد شدہ غیر سرکاری ارکان ہیں۔ علاقہ دیوانی کے دیگر ۵۷ قصبات میں قانون محصولات مقامی کے تحت محصولات وصول کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ۱۴ قصبات میں علیحدہ قصباتی کمیٹیوں کے قیام کی منظوری صادر ہوچکی ہے۔ بقیہ ۴۳ قصبات کے موازنہ کا انتظام تعلقہ کے بورڈ بہ حیثیت قصباتی کمیٹیوں کے کرتے ہیں۔

(الف) مجالس اضلاع | کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں محکمۂ مال کی اس تجویز سے اتفاق کیا ہے کہ مالی۔ انتظامی اور دوسرے اسباب کی بناء پر تعلقہ بورڈس برخاست کردئے جانے چاہئیں اور مجالس اضلاع کی از سرنو تشکیل اس طرح عمل میں آنی چاہیئے کہ ہر مجلس ۲۴ - ارکان پر مشتمل ہو جن میں منتخب شدہ ارکان کی اکثریت بمقابل نامزد شدہ ارکان کے سات اور پانچ کے تناسب سے ہو۔ یہ مجالس بھی مجلس وضع قوانین کی طرح مفادات کی نمائندگی کی بنیاد پر حسب صراحت ذیل قائم کیجائیں۔

منتخبہ		منتخبہ	
جاگیردار	۱	انعامدار اور معاشدار	۱
پٹہ دار	۲	کاشتکار	۲
حرفت دستکاری	۱	صنعت و حرفت	۱
اناث	۱	طبابت	۱
وکالت	۱	بنک کاری	۱
تعلیم	۱	مزدور اور پست طبقات	۱
نامزد شدہ			
بربنائے عہدہ	۵	دیگر	۵
			۲۴

مجالس اضلاع کے فرائض میں جن امور کو شامل کرنے کی سفارش کیگئی ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

۱- ذرائع آمد و رفت (علاوہ ان کے جو سررشتہ تعمیرات عامہ سے متعلق ہوں -

۲- تعمیرات - ۳- صحت عامہ اور حفظان صحت - (۴) تعلیم

سہولت کی خاطر متذکرہ صدر فرائض کسی قدر تفصیل کے ساتھ مندرجہ ذیل فہرست میں درج کئے گئے ہیں جس میں آئندہ حالات وضروریات کے لحاظ سے کمی بیشی ہو سکیگی -

۱- الف - ایسے شوارع عام اور دوسرے ذرائع آمد و رفت کی تعمیر - مرمت اور نگہداشت جو کسی مقامی ادارے یا حکومت کے تحت نہ ہوں -

ب - سڑکوں کے دونوں طرف اون مقامات پر جو اوس کے تحت ہوں درختوں کی تنصیب اور اون کی نگہداشت -

ج - منڈیوں - مسافر خانوں - مسافر بنگلوں اور دوسرے پبلک اداروں کا قیام انتظام اور ان کی نگہداشت - اور ان اداروں سے متعلق عمارتوں کی تعمیر اور مرمت -

د - عام باؤلیوں اور تالابوں کی تعمیر اور مرمت - اور ان کے علاوہ دوسرے ذریعوں سے آب رسانی کا انتظام پینے اور پکانے کے پانی کو گندہ ہونے سے محفوظ رکھنا -

ھ - چیچک کے ٹیکوں کا انتظام - چیچک بماروں کا تقرر اور ان پر نگرانی -

و - صحت صفائی اور اسی قسم کی دوسری مقامی خدمات کی ضروری تدابیر - جاتراؤں میلوں اور تہواروں کے زمانہ میں صفائی کا بندوبست اور نگرانی -

ز - ایسے معابد کا انتظام جو اوس کے تحت رکھے گئے ہوں -

ح - ایسی عمارتوں اور املاک کی نگہداشت جو اس کے تحت رکھے گئے ہوں -

۲- مجلس ضلع اپنی صوابدید سے حسب ذیل فرائض انجام دیسکتی ہے :-

الف - حکومت کی عائد کردہ شرائط کے ماتحت ضلع کے لئے ولادت و وفات کے رجسٹروں کی ترتیب -

ب - ضلع میں انجمن ہائے امداد باہمی کی ترقی اور فروغ کا انتظام -

ج - معاشی حالات کی سدھار خصوصاً زراعت ، تجارت اور حرفت کے متعلق -

د - حکومت کے مدونہ قواعد کے تحت مقامی دستکاریوں اور صنعتوں کی ہمت افزائی اور اس غرض کیلئے قرضوں کی منظوری - میلوں اور زرعی نمائشوں کا انعقاد اور ان کا انتظام

ھ - مویشیوں کی افزائش

و - منظورہ قواعد کے تحت مجلس ضلع یا اوس کی کسی کمیٹی کے ارکان کے سفر خرچ کی منظوری -

ز - قحط اور گرانی کے زمانہ میں کارہائے امدادی اور مقامی امدادی کاموں کا انتظام و اجراء دوکانوں کا قیام -

ح - حکومت کے منظورہ قواعد کے تحت مجلس ضلع کے ملازمین کے لئے رہائش کا انتظام اور ایسے ملازمین کیلئے تعمیر امکنہ کی غرض سے قرضوں کی منظوری -

۱۵۔ مجلس ضلع کی حدود کے اندر یا ان سے باہر رفاہی اغراض کے لئے یا مصیبت زدہ انسانوں کی تکلیف رفع کرنے کے لئے چندہ کی منظوری

(ی) کسی ایسے رزولیوشن کے مطابق جس کی تائید جملہ ارکان بورڈ کی نصف تعداد نے کی ہو اور حکومت کی منظوری کے ماتحت پبلک کی طرف سے استقبال۔ تقاریب۔ مراسم اور ضیافتوں کا انتظام اور دوسرے ایسے جملہ امور کا انتظام جن کا صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا ہے مگر جو صحت عامہ عوام کی حفاظت سہولت اور آرام سے متعلق ہوں۔

کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ اول تعلقدار مجالس اضلاع کے بربناء عہدہ صدر نشین ہوا کریں اور ہر مجلس کے لئے حکومت کی طرف سے ایک غیر سرکاری نائب صدر نشین بھی مقرر کیا جائے تاکہ وہ صدر نشین کی عدم موجودگی میں مجلس ضلع کی صدارت کرے۔ مجالس اضلاع کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل تجویز کئے گئے ہیں۔

۱۔ لوکل سیس۔ ۲۔ محصول پیشہ۔ ۳۔ محصول زیارات۔ ۴۔ محصول تفریحات۔

۵۔ رستہ پٹی (جس سے موٹر کار مستثنیٰ ہونے چاہئیں کیونکہ مرکزی حکومت ان پر محصول لیتی ہے۔)

۶۔ حکومت کے عطیے، خانگی اشخاص اور مقامی جماعتوں کے چندے۔ ۷۔ آمدنی جو:۔

الف۔ منفعت بخش کاروبار سے ہو۔ (ب) مجلس کی جائداد سے ہو۔ (ج) اجازت ناموں کی فیس اور جرمانوں سے ہو۔ (د) آبکاری کی آمدنی پر مقامی سس سے ہو۔ حکومت کی نگرانی سے متعلق کمیٹی کا یہ بیان ہے کہ:۔

"متذکرۂ صدر جملہ امور سے متعلق بعینہ حدود میں حکومت اپنی موثر نگرانی رکھے اور ساتھ ہی عوام کے نمائندوں کے اشتراک عمل کے حصول اور ان کی تعلیم کی غرض سے اونھیں اختیار تمیزی کے استعمال کی پوری سہولتیں بہم پہنچائے اور بلحاظ اس کے کہ حکومت اور عوام میں کوئی بنیادی منافرت نہیں ہے حکومت کی نگرانی کی نوعیت وہی ہو جیسے ایک سچے ہمدرد رہنما کی نگرانی۔"

سفارشات | کونسل یہ سفارش کرتی ہے کہ (۱) ہر ضلع میں مجلس ضلع کی از سر نو تشکیل ہونی چاہئے۔ (۲) لیکن ہر ایسے جاگیری رقبہ کے لئے جو یکجا واقع ہو اور جس کی مالگذاری کی تشخیص (لوکل سس کو چھوڑ کر) دو لاکھ یا اوس سے زیادہ ہو سرکار عالی کی طرف سے علیحدہ علاقہ یا جاگیر بورڈ قایم کئے جانے چاہئیں۔ ۳۔ بقیہ جاگیری رقبوں کو جہاں اس طرح علاقہ یا جاگیر بورڈ قایم نہ کئے گئے ہوں۔ مجلس ضلع کے رقبہ میں شامل کر لینا چاہئے اور وہاں جو مقامی سس وصول کیا جائے وہ جاگیردار کی طرف سے ضلع فنڈ کے حوالہ کر دیا جانا چاہئے۔ بشرطیکہ جو رقوم اس طرح وصول ہوں اون کو اخراجات کی منہائی کے بعد حتی الامکان متعلقہ جاگیر یا علاقہ ہی کے فائدے کے لئے صرف کیا جائے۔ ۴۔ اول تعلقدار کو بربنائے عہدہ مجلس ضلع کا صدر نشین ہونا چاہئے۔ ۵۔ اور ہر مجلس کے ارکان کی تعداد معمولاً پچیس ہونی چاہئے۔

تناسب نشست | گو ہر ضلع کے مقامی حالات کے لحاظ سے اس میں تبدیلی کی گنجائش رکھی جا سکتی ہے۔ صدر نشین کے علاوہ منتخب اور نامزد شدہ ارکان کا تناسب کمیٹی اصلاحات کے مجوزہ تناسب سے کسی قدر زیادہ یعنی پانچ اور تین قرار دیا جا سکتا ہے۔ ۶۔ نامزد شدہ ارکان کی نصف تعداد بالعموم غیر سرکاری ہونی چاہئے اور انتخاب کے ذریعہ جن مفادات کی معمولاً نمائندگی ہونی چاہئے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ والیان سمستان اور جاگیرداران، ۲۔ معاشداران، ۳۔ پٹہ داران، ۴۔ کاشتکاران، ۵۔ دیہی انجمن ہائے امداد باہمی کے ارکان، ۶۔ مزدوری پیشہ مفادات، ۷۔ صنعت و حرفت، ۸۔ بنک کاری، ۹۔ پیشہ وکالت و طبابت، ۱۰۔ اناث،

اور کوئی ایسا دوسرا مفاد جو کسی ضلع میں خاص مقامی اہمیت رکھتا ہو۔

۷۔ دونوں بڑے فرقوں کی نمائندگی خواہ وہ مفادات کے نمائندہ ارکان کی حد تک ہو یا خواہ دیگر ارکان کی حد تک مناسب تبدیلیوں کے ساتھ اوسی طرح ہونی چاہئے جیسا کہ مجلس مقننہ کے لئے تجویز کیگئی ہے اور جہاں طبقہ ہائے انتخاب وہی ہوں جو مقننہ کے لئے تجویز کئے گئے ہیں خواہ کئی مفادات ایک ہی جگہ جمع کیوں نہ کئے گئے ہوں۔ وہاں طریق انتخاب اور ووٹ دہندوں یا امیدواروں کا معیار قابلیت یا نا قابلیت بھی وہی ہونا چاہئے جو مجلس مقننہ کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

جاگیرات | علاقہ یا جاگیر بورڈ عام طور پر مجالس اضلاع کے بہ نسبت چھوٹے ہوں گے اور علاقہ یا جاگیر کے اعلیٰ عہدہ داران مال بر بنائے عہدہ اون کے صدر نشین ہوں گے۔ جملہ دیگر امور میں علاقہ یا جاگیر بورڈس پر اون ہی اصولوں کا اطلاق ہوگا۔ جن پر مجالس ضلع کار بند رہیں گی۔ جہاں مجالس اضلاع پر انتظام و نگرانی کے اختیارات جیسا کہ کمیٹی اصلاحات نے سفارش کی ہے۔ سرکار عالی کی طرف سے استعمال کئے جائیں گے وہاں متعلقہ جاگیردار کو سرکار عالی کی عام نگرانی میں اپنے علاقہ یا جاگیر بورڈ پر مماثل انتظامی اختیارات استعمال کرنا چاہئے۔

ان مجالس اضلاع کے فرائض اختیارات اور ذرائع آمدنی تقریباً وہی ہونے چاہئیں جو کمیٹی اصلاحات نے تجویز کئے ہیں۔ لیکن جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے کونسل کا اختیار ہے کہ آئندہ مجالس اضلاع صرف ابتدائی تعلیم کے مدارس کی عمارتوں کی تعمیر، ایسے مدارس کے ساز و سامان اور کھیل کے میدان مہیا کرنے کی ذمہ دار رہوں کیونکہ خود ابتدائی تعلیم کی نگرانی و انتظام اور عملہ کا مہیا کرنا راست سرکار عالی ہی کے تحت رہنا چاہئے۔ کونسل اس سفارش کو بھی قبول نہیں کر سکتی ہے کہ آبکاری کی آمدنی سے مجالس اضلاع کو ایک لوکل سس دیا جائے کیونکہ اس سے اون کی ایک مستقل غرض آبکاری کی آمدنی سے وابستہ ہو جائے گی جو مناسب نہیں ہے۔ پیشوں اور تفریحات پر جن محصولات کے عائد کرنے کی کیمٹی اصلاحات نے سفارش کی ہے وہ مجالس اضلاع کو دئے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اگر سرکار عالی اون محصولات کو کبھی مرکز سے وصول کرنے کا تصفیہ کرے تو وہ بغیر کسی معاوضہ کے اضلاع کے ایسے مماثل محصولات کو منسوخ کر دے سکیگی۔ کونسل کو اعتراض نہ ہوگا۔ اگر سرکار عالی کی منظوری سے مجالس اضلاع زائرین سے محصول وصول کریں۔ لیکن

سرکار عالی اوس کی منظوری اپنے صوابدید پر اسی وقت عطا کرے گی جب کہ یہ تجویز کسی مجلس ضلع کے دو تہائی ارکان کی تائید سے پیش ہوئی ہوا ور جب کہ مجلس کے صرفہ سے زائرین کے لئے خاص سہولتیں جیسے آبرسانی بہم پہنچائی گئی ہوں، یہ سفارش بھی کہ مجلس اضلاع کی طرف سے عام طور پر رستہ پٹی وصول کیجائے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ حکومت کی پالسی یہ ہے کہ بجز اوس رستہ پٹی کے جو پبلک منڈیوں میں فروخت کی غرض سے مال لیجانیوالی گاڑیوں سے وصول کیجاتی ہے کسی اور قسم کی رستہ پٹی عائد کرنے کی مقامی اداروں کو اجازت نہ دی جائے دوسری طرف کونسل کیمٹی اصلاحات کے موجودہ ذرائع آمدنی میں اس اضافہ کی سفارش کرتی ہے کہ بعض مارکیٹ فیس اور پٹیاں عائد کی جائیں اور ان شخاص پر

پانی کا عام محصول لگایا جائے جو ایسی پبلک آبرسانی سے مستفید ہوتے ہوں جس کا انتظام مجلس ضلع کی طرف سے یا اوس کے ذریعہ سے کیا گیا ہو۔ (بجز ایسی آبرسانی کے جس کا انتظام بغیر نلوں کے یا ڈلیوں کے ذریعہ ہو) سرکار عالی کی منظوری سے ایک مقامی ٹکس امکنہ بھی عمارات اور اراضی کے قابضین پر ایسی غیر زرعی جائداد اور آمدنی کے لئے لگایا جا سکتا ہے جو ٹکس ادا کرنے والے موضع میں واقع ہو۔ اس سے یہ ممکن ہوگا کہ ایسے غیر زراعت پیشہ لوگ جو مجلس کی مہیا کردہ آسائشوں سے مستفید ہوتے ہیں اور جن کے لئے دستور میں نمائندگی کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔ ضلع فنڈ میں کچھ دئے بغیر ایسی رعایتوں سے مستفید نہ ہو سکیں گے ایک اور ذریعہ آمدنی جس کا کمیٹی اصلاحات نے تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بنجر ڈوڈیاں ہیں جن کا انتظام سرکار عالی کی طرف سے مجالس اضلاع کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔

کونسل کی سفارش ہے کہ رفاہ عام وطبابت اور تعلیمات کیلئے تین علیحدہ موازنے تیار کرنے کا قدیم طریقہ موقوف کر دیا جائے، سرکار عالی یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ لوکل سس کے منجملہ دو پائی سے کم طبی امداد اور صحت عامہ پر اور تین پائی سے کم تعلیمات پر صرف نہ کیا جائے۔ مجالس اضلاع کو اپنے موازنوں کی منظوری کا اختیار رہنا چاہیئے بشرطیکہ وہ سرکار عالی کی توثیق اور مناسب جانچ اور تنقیح کے تابع ہوں۔ دستور العمل مجالس اضلاع میں وہ اختیارات بھی محکوم ہونے چاہئیں جو عام اور خانگی منڈیوں اور حفظان صحت اور دوسرے امور سے متعلق ہوں اور جو موجودہ مجالس اضلاع کو حاصل نہیں ہیں۔ دستور العمل میں ان مجالس کے طریق کارروائی کے قواعد بھی معین کئے جانے چاہئیں۔ ذیلی قواعد کے مرتب کرنے کا اختیار مجالس کو دیا جانا چاہیئے لیکن جیسا کہ اور مقامات میں ہوتا ہے، بعض اہم امور میں قواعد وضع کرنے کا اختیار حکومت کے لئے محفوظ رہے گا۔ کونسل اس کی گنجائش رکھنے کی بھی سفارش کرتی ہے کہ سرکار عالی خاص مقامی حالات کے مد نظر کسی خاص رقبہ کو دستور العمل کی شرائط سے مستثنیٰ کر سکے ایسی خاص صورتوں کے لئے متبادل قواعد وضع کئے جا سکتے ہیں۔

کمیٹی اصلاحات نے حکومت کی پالیسی کی تائید کی ہے کہ تعلقہ بورڈس برخاست کئے جائیں اکثر تعلقہ بورڈس کا بڑی حد تک یہ کام ہے کہ وہ تعلقات کے مستقر کے لئے قصباتی کمیٹیوں کے فرائض انجام دیں نئے دستور کے تحت بلدی اور قصباتی کمیٹیوں کے قیام کے بعد یہ کام خود بخود تعلقہ بورڈس سے نکل جائیگا۔ لہذا نئے دستور کے روبہ عمل آتے ہی یہ بورڈس برخاست کر دئے جا سکتے ہیں۔

(ب) اضلاع کے بلدئے اور قصباتی کمیٹیاں | کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ جن قصبات کی آبادی پندرہ ہزار اور اس سے زائد ہو، اون میں اور جملہ اضلاع کے مستقر پر بلدیئے قائم کئے جائیں اور متعلقہ عہدہ داران مال بر بنائے عہدہ اون کے صدر نشین ہوں۔ ان بلدیوں اور قصباتی کمیٹیوں کی تشکیل بھی مفادات کی بنیاد پر حسب صراحت ذیل کیجائے۔

منتخب شدہ

صنعت وتجارت	۱	اناث	۱
آزاد پیشے	۱	بنک کاری اور ساہوکاری	۱
منظم مزدور	۱	پست طبقات	۱
اون اراضی اور امکنہ کے مالک جو بلدی حدود میں واقع ہوں۔			۲

نامزد شدہ

سرکاری عہدہ دار جو تعلیمات، طبابت اور تعمیرات عامہ کے سر رشتوں کی نیابت کریں۔ ۴

غیر سرکاری ۲

جملہ ۱۴

اضلاع کی بلدیوں کیلئے جو فرائض تجویز کئے گئے ہیں اون کی تفصیل یہ ہے :۔

الف - پبلک راستوں۔ پبلک مقاموں اور عمارتوں پر روشنی -

ب - غلاظت اور کوڑے کرکٹ کی صفائی -

ج - پبلک سڑکوں۔ مقاموں۔ موریوں اور ان تمام جگہوں کی صفائی جو خانگی ملک نہ ہوں اور پبلک کے استفادہ کے لئے ہوں چاہے ایسے مقامات بلدیوں کے تحت ہوں یا نہ ہوں۔ مضر صحت سبزی ترکاری کا پھکوا دینا اور تمام امور باعث تکلیف عامہ کا انسداد -

د - آگ بجھانا اور آتشزدگی کے موقعوں پر جان اور مال کی حفاظت -

ھ - ایسی تجارتوں اور مراسم کا انسداد یا انتظام جن میں خطرے کا احتمال ہو۔

و - پبلک مقامات یا سڑکوں پر سے یا اون مقامات پر سے جو خانگی ملک نہ ہوں اور پبلک کے استفادہ کے لئے ہوں مزاحمتوں کا دور کرنا چاہئے، ایسے مقامات بلدیہ کے تحت ہوں یا حکومت کی ملک ہوں -

ز - مخدوش عمارتوں اور مقامات کا انہدام حصول نگہداشت تغیر و تبدل اور ان کا انتظام -

ح - قبرستان۔ مرگھٹوں کا حصول نگہداشت تغیر و تبدل اور ان کا انتظام -

ط - پبلک سڑکوں۔ بند، بلدی حدود کے نشانات۔ منڈی۔ مسلخ۔ بیت الخلا۔ پیشاب خانوں۔ نالیوں۔ بدروں حمام۔ دھوبی گھاٹ۔ چشمے۔ تالاب۔ باؤلیوں۔ کنوؤں اور اس قسم کے دوسرے مقامات کی تعمیر۔ تغیر و تبدل اور نگہداشت -

ی - باشندوں اور اون کے جانوروں کی صحت کو بچانے کے لئے مناسب اور کافی پانی کی رسد کی فراہمی کا انتظام۔

ک - سڑکوں کا نام رکھنا اور گھروں کی نمبر اندازی۔

ل - ولادت اور وفات کا اندراج

م - چیچک کا ٹیکہ لگانا۔

ن - دواخانوں کا قیام اور اون کی کفالت۔ پبلک طبی امداد کا انتظام

س - مہلک امراض کے پھوٹ پڑنے پھیلنے اور عود کرنے کے خلاف حفاظتی تدابیر۔

ع - حکومت کی ایماء پر ایسی تدابیر جو عوام کی صحت۔ آرام۔ اور آسائش۔ مفاد اور بہبود کا باعث ہوں۔

ان بلدیوں اور قصباتی کمیٹیوں کی آمدنی سے متعلق کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ وہ حسب ذیل ذرائع سے حاصل کیجانی چاہئے۔

۱- محصول جائداد، ۲- پیشوں اور تجارتوں پر عائد کردہ محصول۔ ۳- سواریوں اور جانوروں کا محصول، ۴- فیس اور جرمانے، ۵- دوسرے ایسے مخصوص اور خالص مقامی محصولات جو حکومت کی منظوری سے عائد کئے جائیں۔ ۶- حکومت کے امدادی عطیئے۔

کونسل کو کمیٹی اصلاحات کی اس تجویز سے اتفاق ہے کہ ایسے تمام قصبات میں جن کی آبادی پانچ ہزار سے زائد اور پندرہ ہزار سے کم ہو قصباتی کمیٹیاں اور ایسے قصبات میں جن کی آبادی پندرہ ہزار سے زائد ہو یا جو اضلاع کے مستقر ہوں وہاں بلدی کمیٹیاں قائم کی جائیں اس کے علاوہ کونسل کی یہ بھی تجویز ہے کہ ہر تحصیل کے مستقر پر اور ہر بڑھتے ہوئے تجارتی قصبہ میں چاہے اوس کی آبادی پانچ ہزار سے کچھ کم ہی کیوں نہ ہو ایک قصباتی کمیٹی ہونی چاہئیے بلدی کمیٹی کے لئے تیرہ ارکان کی مجوزہ تعداد ناکافی ہے اس وجہ سے کہ خود موجودہ بلدی کمیٹیوں میں ارکان کی تعداد چودہ سے بیس تک ہے اور اضلاع کے عہدہ داروں کا تجربہ رہا ہے کہ اگر ارکان تعداد میں کم ہوں تو یہ ممکن نہیں کہ قصبہ کے مختلف مفادات اور محلوں کی ایسی کافی نمائندگی ہو کہ اوس سے لوگوں کی ضروریات اور خواہشات کا صحیح اندازہ اور حکومت کے ساتھ قصبہ کے اہم مفادات کا اشتراک موثر طریقہ پر ہوسکے۔ ہر بلدی کمیٹی کے ارکان کی تعداد قصبہ کے مقامی حالات کے لحاظ سے مختلف ہوسکتی ہے۔ لیکن کسی کمیٹی میں چوبیس سے کم ارکان نہ ہونے چاہئیں۔ اس میں میر مجلس بر بنائے عہدہ شامل نہیں ہے جو معمولاً مال کا وہ اعلیٰ عہدہ دار ہونا چاہئیے جو اس قصبہ یا اس تعلقہ میں جس میں وہ قصبہ واقع ہو متعین ہو۔ نامزد شدہ اور منتخب شدہ ارکان کی تعداد میں تقریباً پانچ اور تین کا تناسب مقرر ہونا چاہئیے اور یہ تناسب بھی کمیٹی اصلاحات کے مجوزہ تناسب سے کسی قدر بڑھا ہوا ہے، نامزد شدہ ارکان میں نصف سے کسی قدر زائد سرکاری ارکان ہونے چاہئیں جن مفادات کی نمائندگی بذریعہ انتخاب ہونی چاہئیے وہ معمولاً حسب ذیل ہوں گے :-

۱۔ اون اراضیات اور امکنہ کے مالک جو بلدی حدود میں واقع ہوں، (۲) اون اراضیات اور امکنہ کے کرایہ دار جو بلدی حدود میں ہوں (۳) مزدوری پیشہ مفادات۔ ۴۔ صنعت اور تجارت ۵۔ بنک کاری، ۶۔ اناث۔

اور کوئی ایسا مفاد جسے کسی قصبہ میں خاص مقامی اہمیت حاصل ہو۔ (جیسے ناندیڑ میں سکھ) دونوں بڑے فرقوں کی نمائندگی خواہ وہ مفادات کے نمائندہ ارکان کی حد تک ہو یا خواہ دیگر ارکان کی حد تک ہو، یا خواہ دیگر ارکان کی حد تک مناسب تبدیلیوں کے ساتھ اوسی طرح ہونی چاہئیے جیسا کہ مجلس مقننہ اور مجالس اضلاع کے لئے تجویز کی گئی ہے اور جہاں حلقہ ہائے انتخاب وہی ہوں جو مقننہ اور مجالس اضلاع کے لئے تجویز کئے گئے ہوں، وہاں طریق انتخاب اور ووٹ دہندوں یا امیدواروں کا معیار قابلیت یا ناقابلیت بھی وہی ہونا چاہئیے جو مجلس مقننہ اور مجالس اضلاع کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

کمیٹی اصلاحات نے فرائض اور مالیات کے متعلق جو سفارشات پیش کی ہیں اون سے کونسل کو عام طور پر اتفاق ہے لیکن "دوسرے ایسے مخصوص اور خالص مقامی محصولات جو حکومت کی منظوری سے عائد کئے جائیں" کے بجائے بار برداری محصول زائرین۔ گھر اور روشنی پٹی۔ گاڑیوں کا محصول (بجز موٹر گاڑیوں کے) پانی کا عام محصول اور منڈیوں کا سس، (جہاں قانون زرعی مارکٹ نافذ نہیں ہے) بصراحت درج کئے جائیں تو مناسب ہوگا۔ بلدیوں اور قصباتی کمیٹیوں کے دستورالعمل کے وہ احکام جو طریق کارروائی مالیات، حسابات محصول بندی اور نگرانی سے متعلق ہوں گے کم و بیش دستورالعمل مجالس اضلاع کے احکام کے مماثل ہونے چاہئیں۔ لیکن حفظان صحت اور عاملانہ اختیارات کے متعلق ایک علیحدہ دستورالعمل اختیارات حفظان صحت ہونا چاہئیے جو اس وجہ سے بھی علیحدہ نافذ کیا جا سکتا ہے کہ ایسا ایک دستورالعمل پہلے ہی سے موجود ہے اور اس لئے بھی کہ اوس کو ریاست کی چھاؤنیوں اور معدنی بلدی اور قصباتی کمیٹیوں کے رقبوں پر یکساں طور پر

نافذ کرنے کا ارادہ ہے کمیٹی اصلاحات نے قصباتی کمیٹیوں کے لئے بشمول میر مجلس بر بناء عہدہ دس ارکان کی سفارش کی ہے جن میں پانچ سرکاری دو نامزد شدہ غیر سرکاری اور تین منتخب شدہ ارکان ہوں گے، کونسل اس صورت میں بھی اپنے اس عام اصول سے ہٹنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی کہ مقامی اداروں میں جہاں تک ہوسکے منتخب شدہ ارکان کے مقابل تناسب میں پانچ اور تین کا ہو، ہر قصباتی کمیٹی کے ارکان کی تعداد قصبہ کے مقامی حالات کے لحاظ سے بدلسکتی ہے لیکن وہ دس سے کم نہ ہونی چاہیئے اور ان میں سے چھ ارکان منتخب شدہ ہونے چاہئیں جن مفادات کی نمائندگی معمولاً ہونی چاہیئے، وہ حسب ذیل ہیں :-

۱- اراضی اور امکنہ کے مالک (۲) اراضی اور امکنہ کے کرایہ دار، اور کوئی اور مفاد جو کسی قصبہ میں خاص اہمیت رکھتا ہو، بقیہ ارکان جو نامزد کئے جائیں گے اون میں سے آدھے سرکاری اور آدھے غیر سرکاری ہونے چاہئیں -

دونوں فرقوں کی نمائندگی خواہ وہ مفادات کے نمائندہ ارکان کی حد تک ہو یا خواہ دیگر ارکان کی حد تک مناسب تبدیلیوں کے ساتھ اسی طرح ہونی چاہیئے جیسا کہ مجلس مقننہ، مجالس اضلاع اور ضلعوں کی بلدیات کے لئے تجویز کگئی اور طریق انتخاب اور ووٹ دہندوں یا امیدواروں کا معیار قابلیت یا ناقابلیت علی ہذا وہی ہونا چاہیئے اس بارے میں تفصیلی احکام خود دستور العمل میں یا اس کے تحت قواعد میں درج کرنے ہوں گے اور چونکہ دستور العمل کو اس طرح مرتب کرنا پڑیگا کہ اوس کا اطلاق تمام قصبات پر ہوسکے اس لئے سرکار عالی یا اوس کے عہدہ داروں کے ان اختیارات کو جو جاگیردار غیر دیوانی بلدی یا قصباتی کمیٹیوں کی حد تک استعمال کرسکیں گے تفصیل کے ساتھ ظاہر کرنے کی ضرورت ہوگی - ایسی بلدیوں یا قصبوں کی حد تک جو جزاً دیوانی اور جزاً جاگیری اراضی پر مشتمل ہوں - جاگیری مفاد کی حفاظت کے لئے دستور العمل میں احکام موجود ہونے چاہئیں - کونسل یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ سرکار عالی کے لئے اس کی بھی گنجائش رہے کہ وہ خاص مقامی حالات کے مدنظر کسی معینہ رقبہ کو دستور العمل کی کسی شرط سے مستثنیٰ کردے سکے اور ایسی خاص صورتوں میں متبادل قواعد وضع کرسکے -

(ج) چھاؤنی بورڈس | کمیٹی اصلاحات کی رپورٹ ریاست کی چھاؤنیوں اور وہاں کی مقامی حکومت کے بارے میں ساکت ہے - کونسل کی تجویز ہے کہ اون کے متعلق ایک دستور العمل مرتب کیا جائے جس کے ذریعہ سے مختصراً بلدی اور قصباتی کمیٹیوں کی محصول بندی کے احکام اور ضابطہ اختیارات حفظان صحت کی شرائط کا اطلاق اس تحفظ کے ساتھ چھاؤنیوں پر بھی ہوجائے کہ کمانڈنگ افسر کی عام نگرانی میں خلل واقع نہ ہو - چھاؤنی بورڈس جہاں بھی قایم کئے جائیں ان میں منتخب شدہ عنصر بھی مفادات کی بنیاد پر شریک کیا جانا چاہیئے -

(د) مجالس اضلاع اور بلدی اور قصباتی کمیٹیوں کی نگرانی | حکومت کی جانب سے نگرانی کے بارے میں کمیٹی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "یہاں کے عام حالات کے مدنظر . . . . بلدی اور قصباتی کمیٹیوں کا فروغ پانا حکومت کی ہمدردانہ نگرانی کے بغیر ممکن نہیں ہے، داخلی نگرانی سے متعلق ان اداروں کی ساخت میں لحاظ رکھا گیا ہے خارجی نگرانی کی حد تک (۱) معائنہ، تنقیح حسابات کی جانچ، رپورٹوں اور کاغذ کی طلبی (۲) بلدی حدود اور محصولات کا تعین (۳) موازنہ اور قرضوں کی منظوری (۴) معینہ رقمی حدود سے متجاوز کاموں کی منظوری (۵) بعض ملازمین کا تقرر وغیرہ - حکومت کے

معمولی اختیارات ہوا گے" کمیٹی نے اس کی بھی سفارش کی ہے کہ بلدیوں اور قصباتی کمیٹیوں کی معطلی اور برخاستگی کے متعلق حکومت کو بعض غیر معمولی اختیارات بھی حاصل ہونے چاہئیں۔

کونسل کو عام طور پر کمیٹی کی رائے کے اس حصہ سے اتفاق ہے جس میں اس نے مقامی اداروں پر سرکار عالی کی موثر نگرانی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ برطانوی ہند کے تقریباً ہر صوبہ میں مقامی نظم و نسق کے نمایاں انحطاط کے متعلق مقامی اداروں کی کارگذاری کے سالانہ تبصروں میں سال بہ سال سخت تنقیدیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور موجودہ رجحان یہ ہے کہ مقامی حکومت کے کل پرزوں کو اس طرح درست کیا جائے کہ وہ بے تعلقی ختم ہو جائے جو ضلع کے عہدہ داروں کو مقامی اداروں گذشتہ بیس سال یعنی اس وقت سے ہو گئی ہے جب سے کہ سرکاری ارکان ان اداروں کے عہدہ دار نہیں ہو سکتے کونسل اس قطعی ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ ہر مقامی ادارہ اپنے نظم و نسق میں ہمیشہ مطمئن رہے کہ سرکاری عہدہ داروں کی پوری قوت اور تائید اسے حاصل ہے اور خود سرکاری عہدہ داروں کو اس کا لحاظ ہونا چاہیئے کہ مختلف مقامی اداروں کے ساتھ ہمدردی اور ہمکاری کے جذبہ سے تعاون کرنا ان کا فرض ہے۔

کونسل کی یہ بھی رائے ہے کہ ان مقامی اداروں کو جو اب قایم کئے جائیں گے اس وقت تک لوکلفنڈ کی پچھلی کیثر سلک پر غیر محدود اختیار نہ دیا جانا چاہیئے جب تک کہ انھیں کافی تجربہ حاصل نہ ہو جائے اور وہ اپنی اہلیت کو ثابت نہ کریں اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ سلک سے جتنے بھی مصارف ہوں ان کیلئے سرکار عالی کی قبل از قبل منظوری لازمی قرار دی جائے اور حکومت ہی کو ایسی رقم کے تعین کا اختیار رہو جو سلک سے سالانہ ہر ادارہ کو دی جانیوالی ہو، نیز مقامی اداروں کے مشورہ سے صرفہ کے لاحق کرنے کا اختیار بھی حکومت ہی کو حاصل رہنا چاہیئے بلحاظ اس کے کہ موجودہ مقامی ادارے سرکار عالی یا دیگر مقامی اداروں سے قرضہ حاصل کرتے رہتے ہیں اور غالباً آئندہ بھی انھیں اسی طرح قرض لینے کی ضرورت ہوگی اسلئے کونسل کی رائے میں یہ مناسب ہوگا کہ برطانوی ہند کے قانون نشان (۹) بابتہ ۱۹۱۴ء کے مماثل جو مقامی اداروں کی قرض گیری سے متعلق ہے یہاں بھی ایک دستور العمل ہو جس کے ذریعہ سے قرضہ حاصل کرنے، اس کے استعمال کرنے اور قرضہ کی نسبت معاہدہ کرنیوالے مقامی اداروں کے فنڈ سے ادائی قرضہ کی ذمہ داری کے متعلق احکام اور شرائط کو منضبط کیا جا۔

۵۔ پنچایتیں | کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ ان تمام مواضعات میں جن کی آبادی ایک ہزار سے پانچہزار تک ہو پنچایتیں قائم کی جائیں اور پنچوں کی تعداد مقامی حالات اور آبادی کے لحاظ سے (۵) اور (۱۱) کے درمیان ہو، اضلاع کے اور اداروں کی طرح پنچایت کی مدت (۳) سال سے زیادہ نہ ہو، لیکن ارکان پنچایت اپنے سرپنچ کو بذریعہ انتخاب ہر سال مقرر کرینگے۔ کمیٹی نے یہ بھی تجویز کی ہے کہ پنچایت کی نگرانی کیلئے پنچایت افسر مقرر کئے جائیں اور پنچایتوں کو حکومت کی طرف سے مالی امداد دی جائے۔ سرپنچ صدر عاملہ اور ریکارڈس اور رجسٹروں کی نگہداشت کا ذمہ دار ہو، انتخاب کے طریقہ کے بارے میں کمیٹی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے۔

" جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے اس خصوص میں مسلک مختلف ہیں۔ ہمارے دیہات کے رہنے والے عموماً ان پڑھ، اوہام پرست ذات پات کے جھمیلوں میں گرفتار اور مساوات کی اسپرٹ سے ناآشنا ہیں، ان سے رائے دہی کے حق کے آزاد اور صحیح استعمال کی توقع قبل از وقت ہے، اس کے سوا اندیشہ یہ بھی ہے کہ کہیں کہیں انتخابات کی وجہ سے ایسی

پارٹیاں اور دنگل نہ تیار ہوجائیں جن سے زندگی کا چین جاتا رہے۔ جملہ حالات پر غور کرنے کے بعد ہماری رائے میں ارکان کا انتخاب اس طرح بھی ممکن ہے کہ جھگڑے اور فساد کے اندیشوں کو دور رکھتے ہوئے حکومت اور رعایا دونوں کے مشترکہ صوابدید سے کارکردگی کے اچھے نتائج حاصل کئے جائیں اسلئے یہ مناسب ہوگا کہ بستی سے پنچایت کے قیام کی درخواست پیش ہونے پر پنچایت افسر (پنچایت افسر نہ ہونے کی صورت میں تحصیلدار) بہ تقرر تاریخ اس بستی میں جائے۔ بستی والوں کا ایک عام جلسہ طلب کرے اور اپنی تحقیقات کے نتائج اور جلسہ عام کے رجحانات کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے ایک ایسا تختہ مرتب کرے جس میں مقررہ تعداد سے دگنی تعداد میں مختلف مفادات کے نمائندوں کے نام درج ہوں۔ کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ حسب ذیل فرائض پنچایتوں کے سپرد کئے جائیں۔

۱۔ خانگی ضرورتوں کیلئے آب رسانی کا انتظام۔ (۲) گاؤں کے حدود میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر۔ نگہداشت اور درستی۔

نوٹ۔ اگر گاؤں کی سڑکوں اور پلوں کا انتظام کسی دوسرے ادارہ کے تحت ہو تو ایسی صورت میں پنچایت کی طرف سے ان سڑکوں اور پلوں سے متعلق اس ادارہ کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

۳۔ صفائی اور صحت عامہ۔ امور باعث تکلیف عامہ کا انسداد۔ بدرروں کی تعمیر۔ نگہداشت اور درستی۔ (۴) چراگاہوں تالابوں اور باؤلیوں اور ایسی پبلک عمارتوں کی نگہداشت اور استعمال سے متعلق قواعد کی پابندی جو پنچایت کے تحت یا اس کی نگرانی میں ہوں، (۵) روشنی، (۶) میلوں، بازاروں اور گاڑیوں کے اڈوں کی نگرانی (۷) قبرستان اور مرگھٹ کا انتظام اور ان کی نگہداشت (۸) دوسرے ایسے امور جن سے گاؤں والوں کی صحت سلامتی آرام و آسائش سماجی یا معاشی بہبودی میں اضافہ ہوتا ہو، (۹) درختوں کی تنصیب اور ان کی نگہداشت

کونسل اس رائے کو فوراً قابل عمل نہیں سمجھتی ہے کہ ہر ایسے موضع کو جس کی آبادی ایک ہزار یا اس سے زائد ہو پنچایت دی جائے ایسے تین ہزار چھ سو ستاون مواضعات ہیں اور انتخاب کے کام کیلئے جو انتظامی عملہ سرکار عالی کے پاس ہے وہ محدود ہے اور پھر ممالک محروسہ کے تمام عہدہ داروں کے لئے یہ کام نیا ہے، کونسل کی رائے میں یہ بہتر ہوگا کہ پنچایتوں کا آغاز چھوٹی تعداد میں کیا جائے۔ اور انھیں اطمینان بخش طریقہ پر کام کرنے کا موقع دیا جائے ان حالات کے مدنظر دستور العمل پنچایت میں یہ محکوم ہونا چاہیئے کہ کسی موضع کو معمولاً اس وقت تک آئینی پنچایت نہیں دیجائے گی جب تک کہ اس کی آبادی (۲۰۰۰) اور (۵۰۰۰) کے درمیان نہ ہو، علاوہ ان کے ممالک محروسہ میں ایسے بہت سے مواضعات ہیں، جہاں دیہات سدھار کا سود مند کام ہوا ہے اور دیہی نظم و نسق کی تنظیم ان دیہی ترقی کی انجمنوں کے ذریعہ عمل میں آئی ہے جن کی رجسٹری قانون انجمن ہائے امداد قرضہ نشان (۲) بابتہ ۱۳۳۱ف کے تحت ہوتی ہے اسلئے دیہی اقتدار کی دوعملی سے بچنے کے لئے اس کی گنجائش رکھی جانی چاہیئے کہ ایسے موضع میں جس کی آبادی ایک ہزار یا اس سے زائد ہو، اور جہاں دیہات سدھار کی کوئی کارگزار انجمن موجود ہو، وہاں ایسی انجمن کو بھی اس موضع کی حد تک آئینی پنچایت کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جاسکے۔ کونسل کو کمیٹی اصلاحات کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ کسی قسم کے عدالتی فرائض پنچایتوں کے تفویض نہ کئے جانے چاہئیں، دوسرے مقامات کا تجربہ بھی یہی ہے کہ جہاں عدالتی فرائض دیہی پنچایتوں کو دئے جاتے ہیں، وہاں کا یہ رجحان ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت اور قوئی کو انہی فرائض کی انجام دہی میں صرف کرتے ہیں اور موضع کی انتظامی ضروریات سے غفلت برتنے لگتے ہیں۔ پنچایتوں کا انتخاب قریب قریب اسی طریقہ پر ہونا چاہیئے جو کمیٹی نے تجویز کیا ہے اور ان کی اہم خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ موضع کے مکان داروں کے کھلے جلسہ میں پنچایت کے لئے جتنے آدمی درکار ہوں تحصیلدار ان سے

دگنی تعداد میں نام چن لے اور ان کی ایک فہرست مرتب کرے جس میں سے اول تعلقدار سرپنچ اور پنچوں کو منتخب کریگا جس طرح نمائندہ اداروں میں عمل ہوگا اسی طرح پنچایتوں کے اغراض کیلئے بھی اس اصول کا مناسب لحاظ رکھنا چاہئیے کہ ان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمائندگی مساوی ہو، جو فرائض اور اختیارات کمیٹی اصلاحات نے پنچایتوں کے لئے تجویز کئے ہیں ان سے کونسل کو عام طور پر اتفاق ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ قبرستانوں اور مرگھٹوں کے انتظام اور ان پر ٹکس لگانے کے اختیار کو خارج رکھا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ ان کے متعلق پنچایت کے کسی عمل سے فرقہ واری ہم آہنگی میں خلل پڑ جائے اسی طرح محصول زائرین مشکل ہی سے پنچایت کے اغراض کیلئے موزوں محصول ہو سکتا ہے نگرانی کے بارہ میں کونسل کی رائے ہے کہ اس نوبت پر یہ نہ تو ضروری اور نہ مناسب ہے کہ ایک پنچایت افسر مامور کیا جائے اسلئے کہ منشاء یہ ہے کہ اول تعلقداروں دوم تعلقداروں اور تحصیلداروں کے اس فرض پر زور دیا جائے کہ انھیں پنچایتوں کے قیام اور ان کی رہنمائی میں عملی دلچسپی لینی چاہئیے دوسرے مقامات کا تجربہ بھی شاہد ہے کہ اسپیشل پنچایت افسر کے تقرر کی وجہ سے ضلع کے مقامی عہدہ دار یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اس کام سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہے اور پھر یہ بھی امید نہیں کیجاسکتی کہ اسپیشل پنچایت افسر ہر سال ہر ضلع کی ہر پنچایت کا دورہ کر سکیگا تاہم دستور العمل میں پنچایت افسروں کے تقرر کی گنجائش رکھی جانی چاہئیے تاکہ اگر حکومت کسی وقت ضرورت محسوس کرے تو ان کا تقرر عمل میں لایا جاسکے اور جو اختیارات دستور العمل کی رو سے مال کے عہدہ داروں کے تفویض کئے جائینگے ان کا وہ استعمال کر سکیں کونسل کی رائے میں کمیٹی اصلاحات کے منشاء کو اس طرح بآسانی پورا کیا جا سکتا ہے کہ اول تعلقدار پنچایتوں کے معاملہ میں اپنے ان اختیارات کو پوری طرح استعمال کرے جو سررشتوں کے کام میں ربط پیدا کرنے کے متعلق اول تعلقدار کو حاصل ہیں خصوصاً ایسے سررشتوں کے کام میں جیسے کہ امداد باہمی، تعلیمات اور زراعت ہیں۔

(و) بلدیہ حیدرآباد | کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ قانون بلدیہ حیدرآباد کی ان دفعات کی جو حلقہ واری بنیاد پر انتخابات سے تعلق رکھتی اس طرح ترمیم کردی جائے کہ وہ اس عام اساس یعنی مفاداتی بنیاد کے منشاء کو پورا کرسکیں جو نمائندگی کے لئے تجویز کیگئی ہے۔ کمیٹی کی سفارشات کے مطابق بلدیہ حیدرآباد کی ترکیبی ہیئت حسب ذیل ہے۔

نامزد شدہ	۱۴	علاقے	۶
پست طبقات	۲	منظم مزدور	۱
اناث	۲	طیلسانیین	۲
بنک کاری	۱	تجارت و بیوپاری	۲
صنعتیں	۱	جاگیر	۲
آزاد پیشے	۴	طبابت۔ مغربی اور مشرقی	۲
وکالت	۱	معلمی	۱
ان اراضیات و امکنہ کے مالک جو حدود بلدیہ میں ہوں ؛			۴

جملہ (۴۰)

کونسل اس بڑھتی ہوئی ضرورت سے واقف ہے جو قانون بلدیہ حیدرآباد کی ترمیم کی نسبت پیش آرہی ہے تاکہ حلقوں کی

از سر نو تقسیم عمل میں لائی جاسکے ، مگر کوئی ایسی ترمیم جو اساسی طور پر اس عام بنیاد سے مختلف ہو جسے ممالک محروسہ کے جملہ نیابتی اداروں کے لئے تجویز اور قبول کر لیا گیا ہے بلدیہ حیدر آباد کو ایک بے ربط اور انوکھی چیز بنا دیگی ۔ اسلئے یہ سفارش کہ وہاں بھی نمائندگی کی بنیاد مفادات قرار پائیں قابل قبول ہے ۔ فقرہ (۸) میں کونسل نے قانون بلدیہ کے تحت موجودہ بلدیہ کی تشکیل کی نسبت کیفیت عرض کی ہے ۔ قانون کی اب جو ترمیم زیر غور ہے اس سے بلدیہ کی ترکیب کم وبیش وہی ہو جائے گی جو کمیٹی اصلاحات نے تجویز کی ہے مگر طریق انتخاب ہندو مسلم ارکان کے تناسب اور دوسری خصوصیات کی حد تک ایسی تبدیلیاں کردی جائینگی جو دیگر نیابتی اداروں کیلئے تجویز کیگئی ہیں ۔ ترمیم قانون کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بلدیہ میں منتخب شدہ ارکان کی نامزد شدہ ارکان کے مقابل میں حتی الامکان پانچ اور تین کے تناسب سے اکثریت قائم ہو جائیگی ۔

(۱۴) ضلع کانفرنس | کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ اضلاع میں موزوں مقامات پر معینہ تاریخوں کے اندر صوبہ دار متعلقہ کی صدارت میں ہر سال پبلک کانفرنس منعقد ہوا کریں تاکہ اضلاع کے لوگ اپنی ضروریات کا اظہار کر سکیں ۔

اس بارے میں کونسل کو کمیٹی اصلاحات کی سفارشات سے بڑی حد تک اتفاق ہے اور اس معاملہ میں صدر اعظم کی جانب سے مناسب احکام جاری کردئے جاسکتے ہیں جن کے ساتھ ساتھ محکمۂ مال صوبہ داروں سے مشورہ کے بعد مناسب قواعد بھی مرتب کرسکتا ہے ۔

(۱۵) عدالتی پنچ | کمیٹی نے موزوں مقامات پر صرف دیوانی مقدمات کے تصفیہ کی طرف سے عدالتی پنچوں کے قیام کی سفارش کی ہے جو اس منصف کی نگرانی میں کام کریں گی جس کے حدود اختیارات میں وہ واقع ہوں ۔ کمیٹی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وکلاء کو ایسی پنچوں کے اجلاس پر پیروی کی اجازت نہ ہونی چاہیئے اور ان مقامات کا انتخاب جہاں کہ ایسی پنچیں قائم کی جائیں پبلک کی سہولتوں کے مدنظر کیا جانا چاہیئے ۔ کمیٹی نے اس سفارش کی غایت کو اس طرح ظاہر کیا ہے ۔

" ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ دیہات میں فاصلہ ، صرفہ اور وقت کے اندیشے بہت سوں کو انصاف سے محروم رکھتے ہیں اور سوسائٹی پر اس کا اخلاقی اثر اچھا نہیں پڑتا ، اس کے برخلاف جو لوگ ہمت کرجاتے ہیں وہ آخر میں جیتیا سو ہارا ، اور ہارا سو مرا ، ہو جاتے ہیں ، اسلئے دیہات میں جہاں مقامی ماحول سچے انصاف کی زیادہ مدد کرتا ہے چھوٹے موٹے جھگڑے چکانے کا انتظام ضرور ہونا چاہیئے ۔ جس میں قانونی موشگافیاں اور اس کے پرستاروں کو بالکل دخل نہ ہو "۔

کونسل کو عدالتی پنچوں کے قائم کرنے کی پالیسی سے اصول کی حد تک اتفاق ہے لیکن موجودہ حالات میں اس کا خیال ہے کہ وہ اس قانون سے آگے نہیں جاسکتی ہے جس کے تحت اعزازی منصف اور مجسٹریٹ بعض محدود اختیارات کے ساتھ مقرر کئے جاسکتے ہیں ۔ ممالک محروسہ میں بعض ایسے مقامات ہوسکتے ہیں جہاں کمیٹی اصلاحات کے تصور کے مطابق عدالتی پنچ قائم کئے جاسکیں لیکن کونسل اس کی سفارش نہیں کرتی ہے کہ ممالک محروسہ میں ایک بڑے پیمانہ پر انھیں رائج کیا جائے ۔

یہ معروضہ ادب کونسل کی اس متفقہ رائے کی آئینہ دار ہے جو اس کے ارکان نے ایسے متعدد اجلاسوں میں پوری بحث وتمحیص کے بعد قائم کی ہے جس میں فدوی جاں نثار کے علاوہ عقیل جنگ بہادر ، مہدی یار جنگ بہادر ، سر تھیوڈور ٹاسکر ، راجہ شام راج راجونت بہادر اور مرزا یار جنگ بہادر شریک تھے ۔ دستور مملکت کا تعین کلیتاً بادشاہ کی صوابدید پر منحصر ہے اور کونسل اب حضرت بندگان عالی کے شاہانہ احکام کے لئے چشم براہ رہیگی ۔ ۔ زیادہ حد ادب

الٰہی آفتاب عمر و دولت اقبال ہمایونی دائماً تاباں و درخشاں باد ۔ آمین ۔ معروضہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ

عرضی ۔ فدوی جاں نثار ۔ اکبر حیدری حیدر نواز جنگ صدر اعظم

ضمیمہ عشرت
منسلکات

مقننہ کے اختیارات سے متعلق قانونچہ کی دفعہ کا مسودہ

۱- حسب ذیل امور کی بابت مجلس میں کوئی مسودۂ قانون یا تحریک یا قرارداد یا سوال یا کوئی اور کارروائی نہ تو پیش کی جاسکیگی اور نہ اس کے پیش کئے جانے کی تحریک ہوسکیگی-

۱- اعلیحضرت، خانوادۂ آصفی اور خاندان شاہی، ۲- صرف خاص کے متعلق اعلیحضرت کے اختیارات، ۳- اعلیحضرت کے تعلقات تاج برطانیہ یا کسی دوسری حکومت، ریاست یا فرمانروا کے ساتھ جس میں اعلیحضرت اور تاج یا کسی دوسری حکومت، ریاست یا فرمانروا کے ساتھ معاہدے، اقرار نامے، میثاق یا دوسری دستاویزات بھی شامل ہیں -۴- امور متعلقہ برار، ۵- پائیگاہوں سے اعلیحضرت کے تعلقات -۶- باب حکومت، ۷- فوج اور بشمول کوتوالی دوسری مسلح جمعیتیں، محکمۂ تحقیقات جرائم بشمول اسپیشل برانچ، ۸- اعلیحضرت کے تعلقات سمستانوں، جاگیروں اور اون لوگوں کے ساتھ جن کو بربنائے سند عطیات حاصل ہوں۔ ۹- اعلیحضرت کے اختیارات موجودہ اور آئندہ عطیات کے متعلق خواہ وہ اراضی کی شکل میں ہوں یا رقم کی - ۱۰- اعلیحضرت کے عطا کردہ منشور - ۱۱- دربار یا اون کے آداب و مراسم - حکمنامہ تقدم - خطابات - (۱۲) اعلیحضرت کا اپنے کسی اختیار شاہی کو بروئے عمل لانا بشمول اختیار رحم و کرم کے - (۱۳) ریاست کی سرکاری زبان، ۱۴- امور مصرحہ بالا کے منجملہ کسی امر کے متعلق تقررات یا مصارف بشمول اون اخراجات کے جو کسی نافذ الوقت قانون کے تحت ہوں یا جنھیں سرکار عالی نے " سیاسی مصارف " قرار دیا ہو- تنخواہیں اور الونس- وظائف اور رعایتی ماہوار- ذخیرہ ادائی اور قرضہ عامہ - سرکاری خیرات یا چندے یا مذہبی اوقاف - ۱۵- امور مصرحہ بالا کے منجملہ کسی امر کے متعلق تحقیقات اور اعداد و شمار کی فراہمی- (۱۶) اس قانونچہ کے کسی حکم کی ترمیم، ۱۷- کوئی اور امر جس کی اعلیحضرت صراحت فرمائیں-

۲- قانونچہ ہذا کے احکام اور ان کے قواعد کے تحت جو اس کے ضمن میں بنائے گئے ہوں، ہر رکن مجلس کو اس کا اختیار ہوگا کہ وہ کسی ایسے امر کی بابت جس کی صراحت ضمیمہ میں کیگئی ہے مجلس میں کوئی مسودۂ قانون یا تحریک یا قرارداد یا سوال یا کوئی اور کارروائی پیش کرے یا اس کے پیش کئے جانے کی تحریک کرے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ سرکار عالی کی قبل از قبل تحریری اجازت کے بغیر اور ایسی شرائط کی تعمیل کے بغیر جو سرکار عالی اس خصوص میں عائد کرے کوئی ایسا مسودۂ قانون پیش نہ ہوسکیگا جو ریاست میں رہنے والے کسی ملت یا فرقہ کے مذہبی عقائد یا رسوم کو کسی طرح متاثر کرتا ہو-

۳- کسی رکن مجلس کو اس کا اختیار نہ ہوگا کہ کسی ایسے امر کی بابت جس کی صراحت ضمیمہ مذکور میں نہ ہو، سرکار عالی کی قبل از قبل تحریری اجازت حاصل کئے بغیر اور کسی ایسی شرائط کی تعمیل کے بغیر جو سرکار عالی اس خصوص میں عائد کرے مجلس میں کوئی مسودۂ قانون یا تحریک یا قرارداد یا سوال یا کوئی اور کارروائی پیش کرے یا اس کے پیش کئے جانے کی تحریک کرے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مصرحہ ذیل قسم کے امور کی بابت کوئی مسودۂ قانون بجز اس کے کہ وہ سرکار عالی یا اس کے کسی رکن کی جانب ہو، پیش نہیں کیا جاسکیگا-

۱۔ مال یا مسافروں کا ریل یا ہوا کے ذریعہ نقل و حمل، اور اس کے جملہ ذیلی یا ضمنی امور جس میں اسٹیٹ ریلوے ٹیلیگراف بھی شامل ہوگا، ۲۔ اسلحہ آتشین اسلحہ گولہ بارود یا ایسے آتشگیر مادوں کا جن میں پٹرولیم یا دوسری مائعات اور اشیاء شامل ہیں جن کو سرکار عالی خطرناک طور پر آتشگیر قرار دے، قبضہ میں رکھنا، مہیا کرنا، استعمال کرنا، جمع کرنا یا ان کا نقل و حمل۔ ۳۔ امن عامہ اور انسدادی نظر بندی۔ احتساب اور سرکاری راز۔ (۴) ممالک محروسہ میں داخلہ یا ممالک محروسہ سے ترک وطن اور اخراج بشمول ایسے اشخاص کی ممالک محروسہ میں نقل و حرکت کے انضباط کے جو رعایائے سرکار عالی سے نہ ہوں، آبادکاری۔ حقوق وطنیت۔ (۵) جملہ عدالتوں کا آئین اور ان کی تنظیم، خواہ وہ عدالتیں دیوانی یا فوجداری یا مال کی ہوں۔ جوڈیشل کمیٹی اور عدالت العالیہ کے حدود سماعت اور اختیارات۔ ۶۔ عطیات اور کوئی قانون۔ رواج یا عملدرآمد جس کا تعلق وراثت تبنیت، تقسیم جائداد، انتقال جائداد، رقم بسر برداور عطیات سے متعلق اسی قسم کے دوسرے امور سے ہو۔ لیکن ان میں عطیات کی عدالتوں کا ضابطہ کارروائی شامل نہ ہوگا۔ ۷۔ معادن اور معادنی ترقی جس میں معادن کے اندر انسانی حفاظت کی تدابیر بھی شامل ہیں (۸) سرکاری بیمہ اور سرکاری بنک کاری۔ اجارے۔ (۹) نظم و نسق اور سرکاری ملازمت (۱۰) مقامی حکومت جس میں ریاست کی چھاؤنیوں اور معدنی علاقوں کی مقامی حکومت بھی شامل ہے اور ایسی چھاؤنیوں اور علاقوں کی حد بندی۔ (۱۱) سکہ اور سکہ سازی اور زر قانونی (۱۲) محصول بندی جس میں مقامی محصول بندی شامل ہے۔ مالگذاری اور بندوبست مصرحہ بالا اقسام امور میں سے کسی امر کی بابت فیس۔ محصول یا صرفہ، (۱۳) مردم شماری (۱۴) امور کی کوئی اور قسم جس کی اعلیحضرت صراحت فرمائیں۔

۴۔ دفعہ ہذا کے ضمن ۲ کے احکام کے باوجود کسی ایسے امر کا کوئی جزو خواہ اس امر کی صراحت مذکورہ ضمیمہ میں کیگئی ہو یا نہ تو اس ضمیمہ میں کیگئی ہو اور نہ دفعہ ہذا کے کسی ماقبل ضمن میں جو ان امور میں یا امور کی ان اقسام میں شامل ہو جن کی صراحت دفعہ ہذا کے ضمن ۱، اور ۳، میں علی الترتیب کیگئی ہے تو ایسے جزو کی نسبت یہ تعبیر کیجائیگی کہ وہ ان امور میں یا امور کی ان اقسام میں شامل ہے جن پر جیسی کہ صورت ہو ضمن ۱، اور ۳، کے احکام کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ سرکار عالی کو اس کے تصفیہ کا اختیار ہوگا کہ کسی مصرحہ امر یا کسی جزو امر کا تعلق ان امور یا امور کی ان اقسام سے ہے یا نہیں ہے جن پر دفعہ ہذا کی ضمن ۱، ۲ یا ۳ کا اطلاق ہوگا۔

اکبر حیدری حیدر نواز جنگ - علی یاور جنگ

ضمیمہ جو مسلکات و ضداشت کے ضمن ۲ سے متعلق ہے

۱۔ زراعت جس میں طریقہ زراعت کی اصلاح اور ایسے اصلاح یافتہ طریقوں اور زرعی تحقیقات کا فروغ شامل ہے، زرعی پیداوار کے معیار کا تعین اور اس کی قسم واری۔ تقسیم حشریت سے تحفظ اور پودوں کی وباؤں کا انسداد۔ بیغر فوجی علاج حیوانات۔ بنجر ڈوڈیاں اور چکاری کا انسداد، ۲۔ ماہی گیر۔ ۳۔ ممالک محروسہ کے اندر تجارت اور بیوپار۔ منڈیاں اور میلے۔ ساہوکاری اور ساہوکار، ۴۔ صنعتوں کی ترقی۔ ۵۔ کارخانے، ۶۔ مزدوروں کی بہبودی۔ مزدوری کے حالات پراوی ڈنٹ فنڈ۔ آجروں کی ذمہ داری، اور مزدوروں کا معاوضہ صحت یا بیروزگاری کا بیمہ معذوری یا بڑھاپے کے وظائف۔ ۷۔ معادن اور تیل کے چشموں میں مزدوری کا انضباط۔ ۸۔ غرباء کی حاجت روائی۔ بیروزگاری۔ ۹۔ آوارہ گردی اور گداگری۔ ۱۰۔ ذرائع آمدورفت یعنی سڑکیں، گھاٹ اور پل بجز ان پلوں کے جو ریلوے کی اغراض کے لئے ہوں۔ ملک کے اندر کے بن رستے اور ان پر کشتی رانی یا آمدورفت بجز مشین سے چلنے والی کشتیوں کے۔ بلدی ٹرامو بنا اور رسی کے رستے اور ان پر آمدورفت۔ سواریاں۔ ۱۱۔ پانی یعنی آب رسانی، آبپاشی اور نہریں۔ پانی کا نکاس اور بند۔ پانی کا ذخیرہ اور پانی کی طاقت

۱۲۔ تعلیم مگر اس میں اعلیٰ تعلیم کے لئے ذریعہ تعلیم کا معین کرنا اور تعلیم کی نسبت انتظام و نگرانی کا اختیار دینا شامل نہیں ہے۔ ۱۳۔ کتب خانے، نمائش گاہیں، اور اسی طرح کے دوسرے ادارے جو حکومت کے زیر انتظام ہوں یا جنھیں حکومت کی جانب سے مالی مدد دی جاتی ہو۔ ۱۴۔ ممالک محروسہ کی اراضیاتی، نباتیاتی اور حیوانیاتی پیمائش۔ موسمی حالات کی تحقیقات کے لئے ادارے بشمول رصدگاہ، ۱۵۔ شخصے، یعنی تجارتی شخصیتوں کی رجسٹری، انضباط اور برخاستگی جن میں بنک کاری اور بیمہ کے شخصے اور مالی شخصے بھی شامل ہیں۔ غیر رجسٹر شدہ تجارتی انجمنیں، ۱۶۔ بنک کاری یعنی شخصیوں کی جانب سے بنک کے کاروبار چلانے کا طریقہ، ۱۷۔ قانون بیمہ اور بیمہ کے کاروبار چلانے کے طریقہ کا انضباط، ۱۸۔ ادب اور سائنس سے متعلق اداروں اور انجمنوں کی رجسٹری، انضباط اور برخاستگی، انجمن ہائے امداد باہمی۔ ۱۹۔ صحت عامہ اور حفظان صحت۔ شفاخانے اور دواخانے۔ ولادت اور اموات کا اندراج۔ ۲۰۔ قرنطینہ اور اس کے متعلقہ شفاخانے، ۲۱۔ جنون اور کمزوری دماغ، بشمول ان مقامات کے جہاں پاگل اور کمزور دماغ والے رکھے جاتے ہوں یا جہاں ان کا علاج کیا جاتا ہو۔ ۲۲۔ ایسے متعدی امراض یا وبائی جراثیم کا انسداد جو ممالک محروسہ کے اندر یا وہاں سے باہر پھیلیں اور جن سے انسان، حیوان یا پودے متاثر ہوں، (۲۳) اشیاء خورونوش اور دوسری اشیاء میں آمیزش۔ اوزان اور پیمانے، ۲۴۔ انسداد بیرحمی جانوران۔ ۲۵۔ سرائیں اور ان کے مالک۔ ۲۶۔ قدیم اور تاریخی یادگاریں۔ اثری مقامات اور آثار۔ ۲۷۔ سرکار عالی کے پٹہ خانہ کے سیونگس بنک۔ ۲۸۔ حق تصنیف۔ ایجادات و اختراعات۔ نشانات تجارت اور سامان تجارت کی شناخت کے نشانات۔ ۲۹۔ جبری حصول اراضی، ۳۰۔ تعمیرات، اراضی و عمارات عامہ، ۳۱۔ تھیٹر، ناٹک کے کھیل اور سینما، ۳۲۔ قماربازی اور جوا، ۳۳۔ ازدواج و طلاق۔ اطفال و نابالغین تبنیت۔ ۳۴۔ وصیتیں۔ وفات بلا وصیت اور وراثت بجز اس کے کہ ان کا تعلق زرعی اراضی سے ہو۔ ۳۵۔ انتقال جائداد بجز زرعی اراضی کے، ۳۶۔ دستاویزات اور وثائق کی رجسٹری۔ ۳۷۔ اوقاف اور متولیان بجز ایسے اوقاف کے جو سرکار عالی کے زیر انتظام ہوں، ۳۸۔ معاہدات جن میں شراکت۔ ایجنسی۔ حمل و نقل اور دوسری خاص نوعیت کے معاہدات شامل ہیں، لیکن ان میں وہ معاہدات شامل نہیں ہیں جو زرعی اراضی یا ایسے حمل و نقل سے متعلق ہوں جس کا انتظام سرکار عالی نے اپنے ذمہ لیا ہو، ۳۹۔ ثالثی۔ ۴۰۔ دیوالہ اور ناداری۔ اڈمنسٹریٹر جنرل اور سرکاری متولی۔ ۴۱۔ قابل نالش افعال بیجا۔ ۴۲۔ شہادت اور حلف۔ قوانین اور اعمال عامہ اور روئدادوں اور عدالتی کارروائیوں کا تسلیم کیا جانا۔ ۴۳۔ ضابطہ دیوانی بشمول قانون میعاد سماعت۔ ۴۴۔ مال اور لگان کی عدالتوں میں ضابطہ کارروائی، ۴۵۔ رسوم عدالت بجز شرح رسوم عدالت، ۴۶۔ قانونی، طبی اور دوسرے پیشے ۴۷۔ خیرات اور خیراتی ادارے ۴۸۔ محصولات مواہیر، چک، ہنڈی، پرامیسری نوٹ اور دوسری اسی قسم کی دستاویزات بجز شرح محصولات مواہیر۔ (۴۹) ضمیمہ ہذا کے کسی مصرحہ امر کی بابت جملہ عدالتوں کے حدود سماعت اور اختیارات بجز عدالت عالیہ ۵۰۔ حسب ذیل اغراض کیلئے ذرائع اور ادارے، یعنی کسی ایسے امر کے متعلق تحقیقات یا پیشہ ورانہ یا فنی تربیت یا خصوصی تعلیم کی ترقی جس کا تعلق ضمیمہ ہذا سے ہو، ۵۱۔ ضمیمہ ہذا کے کسی مصرحہ امر کی بابت قوانین کی خلاف ورزی۔ ۵۲۔ ضمیمہ ہذا کے کسی مصرحہ امر کی بابت اعداد و شمار، ۵۳۔ کوئی ایسا امر جس کی اعلیحضرت صراحت فرمائیں +

اکبر حیدری حیدر نواز جنگ

علی یاور جنگ

مقامی حکومت

ہر ملک میں سرکاری عہدہ داروں اور سرکاری جماعتوں کی ایک ایسی تعداد موجود ہوتی ہے جن کے فرائض سلطنت کے مجموعی رقبے ارضی کے صرف ایک حصہ پر شامل ہوتے ہیں خود یہ جماعتیں اور ان کے انجام دینے کے کام سب مقامی حکومت کی عام تعریف کے اندر آجاتے ہیں اسلئے مقامی حکومت سے وہ تمام کارروائیاں مراد ہونگی جو قصبوں اور صوبوں کی کونسلوں اور بلدیات و اضلاع کی حکمران جماعتیں انجام دیتی ہیں۔ (۱)

مقامی اور مرکزی حکومت کا فرق | مقامی حکومت اپنے اختیارات مرکزی حکومت سے حاصل کرتی ہے جس سے قوم کا ایک چھوٹا سا حصہ مستفید ہوتا ہے۔ اور اس کی مرضی تک اس پر قابض رہتی ہے۔

یہ کہنا صحیح ہے کہ مقامی حکومت اپنے اختیارات مرکزی حکومت سے حاصل کرتی ہے اور اس کی مرضی تک اس پر قابض رہتی ہے تحریری نظام سلطنت موجود ہو یا نہ ہو مگر صورت واقعہ یہی ہے جہاں تحریر نظام سلطنت موجود ہیں وہاں مقامی حکومت کی تنظیم بالکلیہ مرکزی پارلیمنٹ کے اختیار میں ہے۔ (۲)

ترکیب جماعت کے طریقے | سیاسی ماحول میں جماعتوں کی ترتیب کے دو طریقے ملتے ہیں جو ایک دوسرے سے بہت ہی مغائر ہیں ان میں سے ایک طریقہ تو لامرکزیت یا تفرد مقامی کا ہے اس طریقہ میں مقامی معاملات کی نگرانی عہدہ داروں کی ایک جماعت کو تفویض کر دیجاتی ہے جنھیں خود اس مقام کے لوگ منتخب کرتے ہیں چند عام ضوابط کے تحت میں جو یا تو مرکزی حکومت کی طرف سے ہوتے ہیں یا نظام ترکیبی کے اختیارات میں داخل ہوتے ہیں یعنی ایک تحریری نظام سلطنت میں درج ہوتے ہیں جن پر مرکزی و مقامی ادارات کو کاربند ہونا پڑتا ہے اور باشندوں کو اپنے مقامی معاملات کے انتظام کا کلی اختیار دیدیا جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ مرکزیت کا ہے اس طریقہ میں مقامی معاملات کا انصرام ایک بڑی حد تک ان عہدہ داروں کی نگرانی میں ہوتا ہے جن کا تقرر مرکزی حکومت کی جانب سے ہوتا ہے۔ (۳)

ہندوستان کی قدیم پنچایتیں | قدیم سے ہندوستان میں پنچایت کا اصول جاری رہا ہے۔ ہندو اور مسلم راج میں یہ دیہاتیوں کی نمائندگی کرتی تھیں اور ضرورت پر بعض وقت عدالتی فرائض بھی انجام دیتی تھیں لیکن برطانوی حکومت کے زمانہ میں آئینی قانون نے سماجی اور روایاتی طریقوں کی جگہ لی۔ عدالتیں قایم ہوئیں۔ وکیل پیدا ہوئے۔ غرض ان جدید طریقوں کی وجہ سے قدیم دیہی انتظامات میں تغیرات پیدا ہوتے رہے۔ (۴)

برطانوی حکومت میں مقامی اجساد کا دوبارہ احیاء | ایک عرصہ کے بعد حکومت کی توجہ مقامی اجساد کی پیداوار پر دوبارہ مبذول ہوئی۔

(۱ و ۲) علم السیاست از اسٹفن لیکاک پروفیسر کینڈا صد ۳۲۱ تا ۳۲۴ ۳۔ علم السیاست از صد ۳۲۳
۴۔ رپورٹ کمیٹی اصلاحات صد ۱۵۸

اور حکومت کی جانب سے مختلف صوبوں میں حالات کے لحاظ سے تجربے کئے گئے اور مقامی اجساد کی تخلیق کیلئے مناسب ادارے قائم کئے گئے اور ان (پنچایتوں) سے متعلق مدراس، بنگال، بمبئی اور صوبہ جات متحدہ میں قواعد وضوابط بنائے گئے اور پنچایتوں کو حفظان صحت اور دوسرے رفاہی کاموں کے علاوہ عدالتی اختیارات بھی دئے گئے۔ ۱۹۰۹ء میں لارڈ مارلے نے اس پر اصرار کیا کہ "دیہی نظام کو حیات عامہ کی ابتدائی منزل بنانا چاہئیے اور پنچایتوں کو محفوظ بنیادوں پر کام کرنے کا موقع ملنا چاہئیے۔

چنانچہ اس اصول کے تحت ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف فرائض کے ساتھ پنچایتیں قایم کیگئیں جو اس وقت اپنے فرائض واغراض میں مصروف عمل ہیں۔

دیسی ریاستوں کی پنچایتیں اوپر ذکر کردیا گیا ہے کہ پنچایت کا اصول ہندوستان کا ایک دیرینہ عمل ہے اس سے دیسی ریاستیں مستثنیٰ نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اب بھی دیسی ریاستوں میں پنچایت کا عام اصول نظر آئیگا البتہ یہ ممکن ہے کہ ہر ریاست میں وہاں کے صحیح حالات کے لحاظ سے جداجدا پنچایتیں قایم ہیں اور ان کے فرائض بھی اسی طرح رکھے گئے ہیں اور اس قسم کے ادارے حکومت کے ساتھ موثر اشتراک کے حامل اور عوام کے سکھ چین کیلئے مفید ہوئے ہیں۔

حیدرآباد میں مقامی حکومت کا آغاز ریاست حیدرآباد میں مقامی حکومت کا آغاز ۱۲۹۷ف میں اس طرح ہوا کہ علاقہ خالصہ کے جملہ اضلاع میں مالگزاری اراضی کے ہر روپیہ پر ایک آنہ کے حساب سے مقامی محصول عائد کیا گیا اور اس اصول کے ذریعہ جو لوکل فنڈ جمع ہوتا اوس کی نگرانی اور خرچ کے لئے ۱۲۹۸ف میں ایک دستور العمل نافذ وجاری کیا گیا ان قواعد کی روشنی میں اضلاع اور تعلقات کے مستقر پر مجالس قایم کئے گئے[1] اور اس کے مطابق ہر ضلع وتعلقہ کے مجالس میں سرکاری ارکان کے ساتھ نامزدہ غیر سرکاری ارکان کی مساوی تعداد بڑھائی گئی۔ چونکہ رائے دینے والوں میں کوئی سیاسی شعور نہیں تھا اور نہ تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد کافی طور پر تھی اسلئے حکومت نے اس وقت تک اس طریقہ کار کو بہتر متصور کیا کہ جس قدر زیادہ تعداد میں ممکن ہو غیر سرکاری افراد کو مقامی مجالس کی رکنیت کے لئے نامزد کیا جائے چنانچہ اس مقصد کے تحت سرکار عالی کے احکام بابتہ ۱۳۴۳ و ۱۳۴۴ف کی رو سے ان مجالس میں دیہی مفاد کے نمائندے مقرر ہونے لگے اس طرح اضلاع اور تعلقات میں بلدی نظم ونسق کی داغ بیل ڈالی گئی۔

پنچایت کے قواعد فی الحال ممالک محروسہ سرکار عالی میں پنچایت کا کوئی قانون نافذ نہیں ہے اور نہ کوئی جماعت دیہی پنچایت کی حیثیت سے باضابطہ تسلیم کیگئی ہے باوجود اس کے حیدرآباد کے بہت سے حصوں میں بے ضابطہ پنچایتیں قایم ہیں مگر اب باضابطہ طور پر دیہی پنچایتوں کے قیام کا مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے

حکومت سرکار عالی کے اس طریقہ عمل سے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے رعایا میں ارتقائی ترقی پیدا ہوئی اور مقامی حکومت کے کام کا تجربہ رکھنے والے غیر سرکاری افراد کافی تعداد میں پیدا ہوئے جس کے سبب توقع ہے کہ آئندہ اصلاحات کیلئے جو مقامی حکومت کے سلسلہ میں دیجانی والی ہیں ایک بنیاد ثابت ہونگی اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ تشکیل جدید کے ساتھ ہی یہ مجالس اور کمیٹیاں نئی احساس پر جس کا عنقریب اعلان کیا جائیگا کام کرنے لگیں گی اور وہ مقامی عاملانہ عہدہ داروں کی رہنمائی میں کارروائی انتظامی عملے کے جملہ قواعد سے مستفید ہونگی اور جس کے سبب مفوضہ علاقوں میں سیاسی شعور کے تخلیق کی امید ہوسکے گی۔[1]

---

(۱) بلدہ حیدرآباد کے سوا آج بھی عملاً (۹) مستقرہائے ضلع میں اور (۹۳) مستقرہائے تعلقہ اور بعض قصبات میں مجالس قائم ہیں اور یہ مجالس ٹاؤن کمیٹی کے فرائض انجام دیرہی ہیں۔ (۱) از افادات مقامی حکومت شائع کردہ سرکار عالی۔

دستوری اصلاحات اور رائے عامہ

قانون اصلاحات کے اعلان کے بعد جو خیالات اخبارات میں شائع ہوئے ہیں ان کے ضروری اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں جن کے مطالعہ سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ ملک کا رجحان کس سمت پر ہے۔

سیاسی برتری کے بجائے ایمانی برتری تمام مشکلات کا حل ہے
اصلاحات اور موت۔ فاضل مدیر صحیفہ کا تردد انگیز بیان

اصلاحات دستوری حیدرآباد کے اعلان کے بعد آج ہم یہ پہلا مضمون اس عنوان "موت" سے لکھتے ہیں تاکہ مسلمان سمجھیں کہ وہ کس طرح موت کا شکار بنے جا رہے ہیں اور کس طرح انھیں شیطان سپر گناہ سپرنا فرمانی پروردگار پر لقمہ اجل بے ہنگام کئے جا رہی ہے اور کس طرح وہ "معاصی" کا میٹھا زہر کھا کھا کر قبرستان آباد کرتے چلے جا رہے ہیں۔

ایک جزئی اور غیر اہم تنقید سے زیادہ بہتر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی فناد بربادی کے مستقل اسباب کو بہت جلد مختصر یاد دلادیں۔ بحمد اللہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اعلان کردہ اصلاحات کو سمجھنے سوچنے اور ان کے مالہ (مفید) و ماعلیہ (مضر) پہلوؤں کو واضح کرنے کے لئے کوئی فرصت طویلہ ناظرین کرام سے طلب کیجائے اور کسی نتیجہ کو بیان کرنے میں دشواری و نامناسبت وقت محسوس کی جائے لیکن یہ کوئی دانشمندی نہیں ہے کہ کسی نخل ثمردار کی جڑ سوکھ رہی ہو اور تنہ کھوکھلا ہوا ہو تو اس کے پتوں کے مرجھانے کا رونا رویا جائے۔ شاخوں کے ٹھہرنے کا شکوہ کیا جائے۔ چھال کے سمٹنے اور سکڑنے کا گلہ کیا جائے۔

مسلمان کچھ دکن ہی کے فاتح نہ تھے۔ ہندوستان کو کس نے فتح کیا تھا؟ فلسطین پر کس نے پرچم لہرایا تھا؟ جبل الطارق کی چوٹی پر جھنڈا گاڑا تھا؟ سارا شمالی افریقہ و مصر سے لیکر طرابلس، تونس، مراکش، الجزائر تک کس نے زیر نگین کرلیا تھا؟ پھر یہ سارے ممالک کیونکر ان کے قبضہ سے یکے بعد دیگرے نکلتے گئے اور اب جو کچھ بھی رہ گئے ہیں وہ کیونکر لقمہ اغیار و اجانب بنتے جا رہے ہیں۔ ایک ہی اسٹیم رولر ہر جگہ ان کا پلیتھن نکالنے میں مصروف ہے اور ایک بھنور ہے جس میں ان کی ہر ایک قوم و قبیلہ کی کشتی پھنس پھنس کر ڈوبی جا رہی ہے۔ پس اسی کا ماتم ہے۔ اور اسی کا رونا رویا جاتا ہے۔

پچھلی ساری امتوں اور قوموں کی طرح "امت مرحومہ" مسخ و نسخ کے عذاب سے محفوظ ہے اور وہ کیمیائے سعادت جس نے اس امت کے "سابقین" و سابقین کو دنیائے دوں کے تمام براعظموں کی حکومت دے دی تھی پھر بھی وہ اس متاع فاسد کو حیات جاودانی پر قربان کرتے رہتے تھے۔ مسلمانوں کے اندر موجود ہے اور موجود رہے گی۔ پھر بھی یہ امت دنیا کے ہر براعظم میں اس نسخہ حیات کے موجود رہتے ہوئے مر رہی ہے اور دم توڑ رہی ہے۔ بریں ہم اس کو اپنی موت کے اسباب سجھائی نہیں دیتے اور وہ سمجھ نہیں سکتی کہ کیوں اس پر سکرات کی مصیبتیں طاری ہیں۔

دوستو کیا یہ کوئی راز ہے کہ مسلمان مرنے کے لئے نہیں جیتے اور حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" "بہترین امت" ہو جانے کے بعد اور لوگوں کیلئے "نمونہ" بنا کر دکھائے جانے کے بعد بھی تمہارے لئے

موت دوسروں کیلئے حیات، تمہارے لئے غلامی، دوسرے کیلئے حکمرانی، تمہارے لئے زوال و انقراض دوسروں کیلئے عروج و انبساط کا کوئی معنی مطلب سمجھ میں آسکتا ہے ؟ ضرور ہے کہ تم "خیرامت" نہیں باقی رہے جو دوسروں کی ہدایت و خدمت و حفاظت کر سکو۔ جو خود بیمار ہے جو خود مردہ ہے، جو خود گم گشتہ ہے وہ کیونکر دوسرے بیماروں کا علاج مردوں کا احیا گم گشتگان کی رہنمائی کر سکتا ہے تم کون تھے ؟ یا ایہا الذین آمنو ! اے وہ لوگو جو ایمان کے حامل ہو، اسی "ایمان" نے تم کو ساری قوموں کے لئے نمونہ بنایا تھا جن کے لئے تم کو زندگی جاوید کیساتھ حکمرانی بخشی گئی تھی" وانتم الاعلون ان کنتم مومنین" جب تم حکومت کے عوض غلامی کے لئے ہو گئے تو اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ تم میں ایمان نہیں، تم کو ہر جگہ "مومنون" اور" مومنین" کہا گیا - مترفین یا متقلبین یا حاکمین یا محاربین یا کچھ اور نہیں کہا گیا- تم نے ایمان کے عوض دولت، سیاست، زراعت، تجارت، صنعت و حرفت، مدافعت، محاربت اور خدا جانے کیا کیا اپنے اندر پیدا کی- پھر بھی جو حکومت تم کو دیجا چکی تھی چھین لیگئی اور تم ہر خطہ مفتوحہ میں خود مفتوح و مغلوب ہو گئے بلکہ وہاں سے فنا کر دئے گئے پھر بھی تم کو یہ عقل نہ آئی کہ تم "مومن" بنو اور حکومت حاصل کرو۔

بے شبہہ اپنا نام مومنین سابقین کا سا رکھکر تم سمجھتے ہوگے کہ تم مومن ہو اور اسی عامتہ الورود غلطی میں سارا عالم اسلامی گرفتار نظر آتا ہے لیکن خدارا بتاناکہ" ایمان اور جھوٹ" پھر" ایمان و شرک" پھر" ایمان وطغیان" پھر" ایمان وظلم" پھر" ایمان و نشہ" پھر" ایمان و زنا" پھر" ایمان اور چوری" پھر ایمان اور دغا فریب، جعل، خیانت، رشوت، پھر" ایمان اور اکل باطل" پھر" ایمان اور خوف غیر اللہ" پھر ایمان اور خوف اعداء اللہ" ایک دل میں جمع ہو سکتا ہے؟ کیا ایمان کوئی ایسی گری پڑی متاع ہے کہ جو کسی سینہ میں ہو اور وہ سینہ اپنی روشنی و درخشانی سے اپنے گرد و پیش کو جگمگا نہ دے اپنی عطر آفرینی سے آس پاس کو نہ مہکا دے اپنی برکتوں سے گناہ کی نحوستوں کو نہ مٹا دے۔

آج جتنی مسلمان کہلانیوالی قومیں ہیں کیا ان سب کے دلوں پر" حکم الہی" کے عوض" شیطان" نہیں مسلط ہے اور کیا انھوں نے گمراہ خطا کار معصیت شعار انسانی عقلوں کے بنائے ہوئے ٹوٹ پھوٹ جانیوالے قوانین روما و برلن و لندن و ہیگ کو سر پر چڑھاکر قوانین مکہ و احکام مدینہ کو یکسر قطعاً بھلا نہیں ڈالا ہے کیا ان مسلمان قوموں نے اپنے اپنے حدود میں جن کو بظاہر اب تک بھی مالک جل و علی نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کے زیر نگیں رکھا ہے کیا احکام الہی کو اپنے عمل و فعل میں قائم رکھنے کی کوشش کی ہے - کیا ان کی قلمداریوں میں" قرآنی سزائیں جاری ہیں کیا مسلمان کہلانیوالوں کی بڑی بڑی آبادیوں میں قتل کی سزا قصاص اور چوری کی سزا- قطع ید، نشہ خوری کی سزا چالیس کوڑے، زنا کی سزا ایکسو کوڑے یا رجم (سنگساری) ترک عبادات کی سزا حبس، کی صورت میں دیجا رہی ہے - کیا یہ سارے ممالک فرنگیوں کی تمام معصیت نوازیوں کے بدترین نقیب و عامل و مرید و معتقد نہیں بنے ہوئے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے اپنی صورتیں تک یورپ والوں کی اندھی تقلید میں نہیں بگاڑ لی ہیں۔

جب صورت حال یہ ہے کہ آج دنیا میں مسلمان کہلانیوالے سارے کے سارے "مومن" بنے رہنے کے عوض مشرک و ملحد و مرتد بنے جا رہے ہیں تو کیا پھر بھی ان کی حکومت باقی رہے گی اور ان پر" خیرامت" کا اطلاق ہوتا رہیگا اور ان کو دوسری قوموں کی امامت و قیادت و سیادت و حفاظت سپرد کیجاتی رہے گی اور دوسری قوموں کیلئے ان کی ہستی نہیں مٹا دیجائے گی۔

آج "مسلمان" روٹی مانگتا ہے۔ آزادی مانگتا ہے - انتخاب جداگانہ مانگتا ہے - نوکریوں کا تناسب عددی مانگتا ہے تجارت کی سرگرمی مانگتا ہے - اولاد کی تعلیم یابی مانگتا ہے - سیاسیات کی برتری مانگتا ہے - جائدادوں کی حفاظت مانگتا ہے -

یہ سب کچھ تو مانگتا ہے لیکن نہیں مانگتا ہے تو "ایمان" نہیں مانگتا ہے "خشیت اللہ" نہیں مانگتا ہے "فوز عظیم" نہیں مانگتا ہے "فلاح مبین" نہیں "فتح قریب" نہیں مانگتا ہے "نصر من اللہ" نہیں مانگتا ہے۔

اچھا پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ دنیا کی نعمتیں جو وہ مانگ رہا ہے تو کس سے مانگتا ہے اس سے نہیں مانگتا ہے جو "مالک یوم الدین" ہے جو مالک الملک ہے جو مالک الملکوت ہے بلکہ ان گنہگار انسانوں سے مانگ رہا ہے جن کی کڑوڑ دل کھوپڑیاں دوسری کڑوڑ کھوپڑیوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کیجا رہی ہیں اور جو جہنم کا ایندھن "وقود النار" بننے والے ہیں پھر بھی وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ مومن ہے اور اسے دوسروں پر حکومت کرنے کا استحقاق حاصل ہے۔

مسلمانو! اپنی حقیقی موت کا غم کھاؤ! حقیقی موت کے حقیقی اسباب کے معلوم ہوتے بھی ان کو نہ دور کرکے شکار فنا بنتے جانے کا غم کھاؤ اپنی دولتِ "ایمان" کے چھن جانے اور روز بروز زیادہ چھینے جانے کا غم کھاؤ۔ پتوں کے مرجھانے سے جڑ کے کھوکھلے ہوتے جانے کا غم کھاؤ، ٹہنیوں کے سوکھتے جانے سے اصل اصول کے کرم خوردہ ہونے کا غم کھاؤ۔ سیاسی برتری کے سلب کئے جانے کا غم کھانے کے عوض "ایمانی برتری" کے معدوم ہوتے جانے کا غم کھاؤ، تاکہ یہ غم کھانا تم میں خشیت اللہ پیدا کرسکے اور اسی خوف و خشیت سے تم شیطان کے دام مکر میں پھنس جانے سے رُکے رہوگے اور احکام الہی کی بجا آوری پر مصروف ہوسکوگے اور اسی وقت جبکہ تم (من حیث المجموع نہ کہ انفراداً) دولت ایمان کی سرمایہ داری سے شیطان وگناہ کے خلاف جہاد کرنے لگوگے تو اسی وقت تم کو ساری برتریاں حاصل ہوجائیں گی اور اس وقت تک قایم رہیں گی جبتک تم "ایمان" کے مرکز ومحور پر قایم رہوگے۔

چوں از دگشتی ہمہ چیز از تو گشت　　چوں ازدگشتی ہمہ چیز ازتوگشت

اتحاد المسلمین | صدر مجلس اتحاد المسلمین نے اعلان اصلاحات پر غور کرکے رائے قایم کی کہ اصلاحات کا دستور اقتدار شاہی اور مسلمانان دکن کیلئے مضر اور غیر تشفی بخش ہے۔ مجلس یہ محسوس کرتی ہے کہ حکومت نے حضرت اقدس واعلیٰ کو صحیح مشورہ دینے سے قاصر رہی اور مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا رکھکر اپنے آپ کو اس اعتماد کا اہل باقی نہ رکھا جو حضرت اقدس واعلیٰ اور مسلمانوں کو باب حکومت پر تھا۔

مجلس حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ اسکیم اصلاحات کو نافذ کرنے سے پہلے وہ مسلمانوں کو مطمئن کردے ورنہ اس کو مسلمانوں کا تعاون نہ رہے گا دوسرے طرف مسلمانوں کو ہدایت دی کہ وہ اپنے آپ کو ضبط ونظم کے ساتھ منظم رکھکر ہر ایثار وقربانی کیلئے احکام مجلس کا انتظار کریں۔

مجلس علماء نظامیہ | مجلس علماء نظامیہ نے ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ دستور میں نفاذ سے پہلے حسب ذیل ترمیمات کیجائیں تو دستور مسلمانوں کیلئے قابل ہو سکیگا۔

۱۔ دستور میں عوام کو اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے وہ صرف کسی نراج یا عوامیت ہی میں ہوسکتا ہے اسلئے دستور میں یوں ترمیم ہوتی چاہیئے کہ مملکت آصفیہ کے اقتدار اعلیٰ کی حامل ذات جلالت مآب شاہانہ ہے۔

۲۔ دکن گزشتہ چھ سات سو سال سے ایک اسلامی سلطنت رہا ہے اور سرکاری طور سے یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ حدود ممالک آصفیہ کے اندر سلطنت مغلیہ کی جانشین سلطنت آصفیہ ہے فرمان اصلاحات میں غیر مبہم الفاظ میں مملکت آصفیہ کو اسلامی سلطنت قرار دیا گیا ہے۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں الحاق کی پالیسی سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے ملکۂ وکٹوریہ نے تسلیم کیا ہے کہ حیدرآباد میں

شرع شریف کی حکومت ہے ۔ ۱۹۱۸ء میں ہزاکزالٹیڈ ہائینس کے الفاظ سے مخاطب کرتے وقت شاہ جارج پنجم نے اور شہزادۂ مکرم جاہ کی ولادت کے وقت وزیر ہند سر سیموئیل ہورنے مملکت آصفیہ کو ایک اسلامی سلطنت تسلیم کیا ہے اور عملاً حیدرآباد ایک اسلامی سلطنت ہے ۔ ان وجوہ کی بناء پر کوئی وجہ نہیں تھی کہ جدید دستور میں اس حیثیت کو تسلیم نہ کیا جاتا ۔ لہٰذا دستور میں مملکت آصفیہ کو اسلامی سلطنت قرار دیا جائے ۔

۳ ۔ عرضداشت میں حکومت نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مسلمانوں کی ملک میں جو اہمیت رہی ہے اس کو اقلیت کے موقف میں مبدل نہیں کیا جاسکتا مگر دوسری طرف مقننہ میں انھیں کل غیر مسلم ارکان کے بھی نہیں بلکہ صرف ہندو ارکان کے برابر نشستیں دی جا رہی ہیں مگر تقسیم کے وقت اسے بھی بھلا دیا جاتا ہے چنانچہ نامزد غیر سرکاری ارکان کی تعداد (۱۴) ہے جس میں عیسائی پارسی کے تین ارکان خارج کردئے جائیں تو (۱۱) نشستیں رہتی ہیں ان میں سے (۶) ہندو ہریجنوں اور لنگایتوں کو دیدی گئی ہیں اور باقی دو میں سے ایک ہندو عورت ہوگی اس طرح (۱۱) میں سے (۷) ہندوؤں کو دیجاتی ہیں ان کوتاہیوں کی اصلاح ضروری ہے ۔

۴ ۔ جبکہ حکومت نے مجلس مقننہ کے جملہ تجاویز کو سفارش کی حیثیت دی ہے تو ایسی صورت میں باب حکومت کے ارکان کو مجلس میں رائے دینے کا حق نہ ہونا چاہئے البتہ یہ سرکاری مفادات کی حفاظت کے مجاز ہوسکیں گے ایسی صورت میں حکومت نے ہندو اور مسلم نشستوں کو مساوی رکھنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ محتاج توجہ ثانی ہے ۔

۵ ۔ چونکہ ملک کی ہر دو رائے دہندوں کی تعداد مساوی نہیں ہے اسلئے دستور میں ہر منتخب شدنی امیدوار کیلئے اپنی قوم کا چالیس فیصد اعتماد حاصل کرنے کی جو شرط عائد کی ہے اس سے ہمیشہ ناانصافی اور تعطل دونوں پیدا ہوسکیں گے ناانصافی اس طرح پر کہ اکثریت کا کوئی نمائندہ جو اقلیت کی دشمنی کے لئے ضرب المثل ہی کیوں نہ ہو اپنے ہم قوم رائے دہندوں کی اکثریت کے باعث اقلیت کی مخالفت کے باوجود منتخب ہوسکیگا اور تعطل اس طرح ہوگا کہ اقلیت کے دو امیدواروں میں سے ایک کو اپنی قوم کا صد فی صد اعتماد ہو اور مخلوط رائے دہندوں میں وہ اقلیت میں رہے اور دوسرے امیدوار کو اپنی قوم کا اعتماد نہ ہو مگر مخلوط رائے دہندوں کی اکثریت حاصل کرلے تو دونوں میں سے کوئی منتخب نہ ہوسکیگا اس لئے مخلوط طریقۂ انتخاب کے بجائے جداگانہ طریقۂ انتخاب کو رائج فرمایا جائے ۔

۶ ۔ حکومت نے اپنی رپورٹ میں جا بجا اس خواہش کو ظاہر فرمایا ہے کہ وہ اہل ملک کے ہر طبقہ کی خواہشوں اور ضرورتوں سے مسلسل باخبر رہی ہے لیکن دستور زیر بحث میں علماء اور مشائخین کے لئے کوئی نشستیں نہیں دیگئی ہیں حالانکہ ملک میں ان کی خاص اہمیت ہے اسلئے مجلس مقننہ میں علماء اور مشائخین کے کم از کم (۶) نمائندے لئے جائیں ۔

۷ ۔ مجلس مقننہ میں بوجہ عہدۂ آنیوالوں میں صدر الصدور مفتی مجلس عالیہ عدالت کو لازمی شریک کیا جائے اور اس طرح مجلس مقننہ کے قدیم عہدہ مفتی پر کسی کا تقرر فرمایا جائے ۔

۸ ۔ مجلس مقننہ میں انتظام مملکت کا دیرینہ تجربہ رکھنے والے وظیفہ یاب عہدہ داروں کے دو نمائندے شریک کئے جائیں ۔

۹ ۔ آئینگار کمیشن نے اپنی رپورٹ میں مغربی اور مشرقی طب دونوں کیلئے ایک ایک نشست کی رائے دی ہے مگر عرضداشت میں ایسا کوئی امتیاز نہیں ہے اس کی اصلاح ضروری ہے ۔

۱۰ ۔ مغربی تعلیم کے طیلسانین کی طرح مشرقی طیلسانین مولوی فاضل اور منشی فاضل کیلئے بھی مماثل نشستیں دیجائیں ۔

۱۱۔ امور مذہبی اور صدارت العالیہ دونوں کی جداگانہ حیثیت ہے مگر مقننہ کے دائرہ بحث وسوال سے جہاں امور مذہبی کو خارج رکھا گیا ہے وہاں صدارت العالیہ کے متعلق فروگذاشت کی تلافی ضروری ہے۔

۱۲۔ جس طرح مختلف وزراء کی رہنمائی کیلئے خصوصی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں وہیں زنانہ مسائل کیلئے ایک علیحدہ کمیٹی بنائی جائے ایسی صورت میں مجلس مقننہ میں عورتوں کے نشستوں کی ضرورت نہ ہوگی آخر میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں مسلاً مختلف معاشی مفادات میں مختلف اقوام میں کس طرح توازن قایم کیا جائے ملازمت سرکاری کیلئے صلاحیت کارکردگی کے معیار پر دیہی خدمات کی موروثی اور مضاجارہ داری کا کس طرح خاتمہ کیا جائے مرکزی مقننہ کی طرح مجالس اضلاع میں بھی توازن کس طرح قایم کیا جائے ان اور اس طرح کے تمام مسائل کے تصفیہ کیلئے ہماری رائے میں ایک قانونچہ یا دستور کی تدوین سے پہلے ایک گول میز کانفرنس کی ضرورت ہے ورنہ خوف ہے کہ عجلت میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جائے جس کی تلافی نہ ہو سکے۔

مجلس علماء دکن | سنا گیا کہ مجلس علماء دکن نے بھی اس خصوص میں ایک اجلاس طلب کر کے اتحاد المسلمین کو اپنا سیاسی رہنما قرار دیا اور دستور اصلاحات سے بیزارگی کا اظہار کیا ہے۔

رہبر دکن | حکومت نے مسلمانوں کی اہمیت تاریخی حیثیت اور وجود سیاسی کے برتری کو تو تسلیم کیا لیکن مجلس مقننہ میں اسلامی ریاست کی حفاظت کی خاطر برتری نہیں دی اور حلقہائے انتخاب کو جداگانہ قرار نہیں دیا اسلئے مسلمانوں کو مستقبل سے مایوس نہ ہونا چاہئیے بلکہ ہر جد وجہد کیلئے تیار اتحاد المسلمین کے احکام کا انتظار کرنا چاہیے۔

صبح دکن | یہ توقع کیجا رہی تھی کہ حکومت رائے عامہ سے متاثر ہو کر ایک خوشگوار فضا پیدا ہونے تک اصلاحات کے اعلان کو ملتوی کرتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اعلان اصلاحات کے بعد ملک میں ایک عام بیچینی پیدا ہوئی اور ملک کا سیاسی اور اہم ترین طبقہ اس کیخلاف اسلئے رہا کہ مجلس مقننہ میں اس کی برتری تسلیم نہیں کیگئی اس لحاظ سے اصلاحات سے برتر فرقے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

اصلاحات کے چند خدوخال
مدیر دولت کا بیان | ۱۔ ہندو اکثریت کامل ذمہ دارانہ حکومت چاہتی ہے اور ذمہ دارانہ حکومت میں بادشاہ کی حیثیت صرف رعایا کے اقتدار اعلیٰ کے حامل اور مرکز کی رہ جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ذمہ دارانہ حکومت کے معنی محدود بادشاہت کے ہیں جو مقررہ دستور کی پابند ہو۔

۲۔ موجودہ تجاویز ذمہ دارانہ حکومت عطا نہیں کرتے لیکن ایک ایسی دستوری حکومت کی بنیاد ڈال رہے ہیں جو ترقی کرتے ہوئے کامل ذمہ دارانہ حکومت تک پہنچ سکتی ہے۔

۳۔ ذمہ دارانہ حکومت کا آغاز نہیں تو ابجد کے طور پر موازنہ پر جو مجرد شاہی اختیار و ذمہ داری میں ہے نمائندوں کو بحث و تنقید اور قرار دادوں کے پیش کرنے کا حق واختیار دیدیا گیا ہے ان تجاویز کا مطالعہ جو نمائندوں کی مجلس یا مجلس مقننہ سے متعلق ہیں اہمیت رکھتا ہے۔

۴۔ مسلمانوں کا یہ ادعا تھا کہ یہ مملکت اسلامی ہے اصلاحات نظم ونسق میں تو کئے جا سکتے ہیں لیکن اصلاحات مسلم اقتدار کو جو شاہ ذیجاہ کی ذات میں مجسم ومرتکز ہے تقسیم کر دیں گے اور چونکہ اس اسلامی سلطنت نے نظم ونسق میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی اسلئے صدہا سالہ طرز حکمرانی سے جو آزاد بادشاہ تھا انحراف نئے جمہوری یا دستوری طرز حکومت کا آغاز مسلمانوں کو اپنی موجودہ پوزیشن سے ہٹا کر رہے گا اسلئے وہ نفس اصلاحات کے مخالف ہیں اور بدرجہ مجبوری ناگزیر صورت میں انجمن اتحاد المسلمین نے

اعلان کردیا تھا کہ کوئی دستور قابل قبول نہ ہوگا جس میں مسلمانوں کو آئینی برتری حاصل نہ ہو۔

۴ - یہ تجاویز مسلمانوں کو آئینی برتری تو کیا مساوات بھی عطا نہیں کرتے مسلمان ہندوؤں کے برابر تو ضرور ہوں گے لیکن پورے ایوان مقننہ میں ان کے نامزد شدہ اور منتخب شدہ اراکین کی تعداد دونوں کو ملایا جائے تو بھی اقلیت میں رہیں گے یعنی مجلس مقننہ پچاسی اراکین پر مشتمل ہوگی جن میں سے (۳۶) لازماً مسلمان ہوں گے۔ صرفخاص کے تین نامزد شدہ اراکین یا کونسل کے (۷) اراکین کا لازماً مسلمان ہونا لازمی نہیں ہے مسلمانوں کی آئینی حیثیت ہندوؤں سے مساوات اور پورے ایوان میں ایک اقلیت کی ہے۔

۵ - ان (۳۶) مسلمانوں میں بھی (۳) مسلمان وہ ہوں گے جو ہرسہ پائیگا ہوں اور نواب سالار جنگ بہادر کے خاندان کے نمائندہ ہوں یہ مسلمان بھی مسلمان کی حیثیت سے نہیں ان کی حیثیت پائیگا ہوں کے نمائندوں کی ہے جو ان علاقوں کی ہندو مسلم رعایا کے مشترک نمائندے ہوں گے نہ کہ تنہا مسلمان رعایا اور پھر ان کا تعلق حکومت کی علیات کی مشنری سے ہے اسلئے یہ آزاد نمائندے بھی متصور نہیں ہوسکتے۔

۶ - مسلمانوں کا واحد ذریعہ معاش نان گزیٹیڈ گزیٹیڈ خدمات میں تو گزیٹیڈ خدمات ان کے سیاسی وقار کی ضامن ہیں یہ ایک روایت اور عملدرآمد آئینی حد تک پہنچ چکا ہے کہ حکومت کی مشنری دوسری اقوام پر کوئی پابندی عائد کئے بغیر مسلمانوں ہی سے تشکیل پاتی رہی ہے اب جبکہ دستور تو دیا جا رہا ہے لیکن اس روایت اور عملدرآمد کا جو آئینی درجہ حاصل کرچکی ہے کوئی تحفظ نہیں کیا گیا ان روایات کا بھی تحفظ نہیں ہے جیسا کہ کوتوال کا مسلمان ہونا اور پیشکار کا ہندو ہونا لازمی ہے۔

تقرراتی انتخابی مجالس قایم کردیگئی ہیں اور اراکین مجلس میں ایک ہندو ایک مسلمان رکن ہوگا اور چونکہ پورے اصلاحات کی بنیاد ہندو اور مسلمانوں کی نصفا نصف تقسیم پر ہے(1) خود یہ کمیٹی اسی اصول پر قایم ہو رہی ہے اسلئے ملازمتوں میں اسی اصول اور فرقہ وارانہ رجحانات پیدا ہوجانے کے قوی امکانات موجود ہیں جن کے خلاف کوئی تحفظ نہیں کیا گیا ان اصلاحات میں اور کوئی ایسی تجاویز نہیں ہیں جو مسلمانوں کیلئے ملازمت سے ہٹ جانے کے بعد کوئی ذریعہ معاش عطا کرتی ہوں۔

۷ - ان مطالبات کے علاوہ جو اتحاد المسلمین کی یادداشت میں درج ہیں ایک مطالبہ جداگانہ حلقہائے انتخاب کے قایم کرنے کا تھا یہ بھی منظور نہیں کیا گیا۔

یہ چند خد و خال ہیں تاکہ مطالبات کی روشنی میں پڑھنے والے جس جماعت سے تعلق رکھتے ہوں اپنی جماعتی نقطہ نظر سے مطالعہ کرسکیں۔

یہ تجاویز ابھی نافذ نہیں ہوئی ہیں ایک دستور کی شکل میں مرتب کرکے اعلحضرت بندگان عالی کی منظوری سے ان کو آئندہ کسی تاریخ پر سمجھا جاتا ہے کہ ماہ آذر میں نافذ کیا جائیگا ان میں کوئی ترمیم ہوگی یا نہیں یہ حالات پر منحصر ہے فی الحال یہ قطعی ہوچکے ہیں۔

---

(1) سنہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی کل آبادی میں عیسائیوں کا درجہ (۱۰۲) تھا لیکن انگلستان میں بعض سابق گورنروں نے ہندی برطانوی اشتراک کی اس طرح تجویز پیش کی کہ "ہندوستان کا سارا مسئلہ حل ہو جائیگا اگر ہندوستانی اس پر رضامند ہو جائیں کہ وہ ہمیشہ ہندوستان کی اعلیٰ ملازمتوں میں انگریز عہدداروں کی ایک مقررہ تعداد ضرور رکھیں گے یہ تعداد (۵۰) فیصد سے کم نہ ہوگی اس سے زیادہ ہوسکتی ہے (از نہرو رپورٹ صـ۱۴) مگر افسوس ہے کہ ہندو مسلمانوں کی سیاسی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے مقننہ میں مسلمانوں کی برتری تسلیم نہیں کیجاتی جائے غور ہے۔ - مدیر

فرقہ وارانہ فساد اصلاحات کیخلاف مسلمانوں کے مظاہرے ایسی حالت میں آغاز ہوئے تھے جب کہ ملک میں فرقہ واریت کی کشیدگی نہیں تھی اور جو مظاہرے ہو رہے تھے وہ پولس کے ایک ایسے عمل کیخلاف تھے جو مسلمانوں کے صحیح جذبات کو غیر قانونی قرار دینے کیلئے کیا گیا تھا مگر ہندوؤں کے بعض اشرار جو مواقع کے طالب تھے وہ اس سے فائدہ اٹھائے اور مسلمانوں کے مجمع پر سنگباری شروع کی(۱) جو آخر میں ہندو مسلم فساد کی شکل اختیار کر گئی لیکن حکومت و اتحاد المسلمین کی محمود کوششوں کی وجہ سے چند نفوس کی ہلاکت پر یہ ہنگامہ ختم ہو گیا اسی دوران میں رعایا کے باہمی امن و امان کے قیام کیلئے جلالت مآب شاہ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی جانب سے حسب ذیل فرمان خسروی شائع ہوا(۲)

آئینی جدوجہد کی اجازت ہے "اصلاحات ملکی کے نفاذ سے جو غیر آئینی طریقہ پر روزآنہ مجامع مختلف گلی کوچوں سے نکل رہے ہیں ان سے نقص امن کا اندیشہ ہے اور یہ درست طریقہ پر کسی حالت میں نہیں رکھے جا سکتے لہذا تاریخ حکم ہذا سے تمام ممالک محروسہ میں یہ مسدود کئے جاتے ہیں اگر اس کی تعمیل نہ کرکے آئندہ مجرمین کوئی ایسے افعال نازیبا کرینگے جو کہ نتائج ہیں ملک کیلئے مضر ثابت ہوں تو تحت احکام مجریہ قانون ان کو سزائیں دی جائیں گی تاکہ ملک کی فضا فتنہ و شر سے محفوظ رہے۔

ف ۲ - البتہ اگر کسی فریق کو اپنے حقوق سے متعلق آئینی جدوجہد کرنا مقصود ہو (درست طریقہ پر) تو اس کی ممانعت نہیں ہے وہ کر سکتا ہے شروط مبینہ کے ساتھ۔ شرحد تحفظ مبارک

مولانا ظفر علی خاں صاحب کی رائے حکومت حیدرآباد نے اصلاحات میں ہندوؤں کیساتھ ضروریات سے زیادہ فیاضانہ کارروائی کی ہے جو دکن کے ہندوؤں کو بلند کرکے مسلمانوں کی مساوی سطح پر پہنچا دیتی ہے حکومت حیدرآباد نے ہندوؤں کو مسلمانوں سے مساوی شرکت کا مرتبہ عطا کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے اس کے احترام کے مسلمانان ہند پابند نہیں ہیں۔ آخر میں آپ نے کہا کہ کوئی مزید رعایت سارے مسلم ہندوستانیوں کو سخت ناراض کر دیگی مسلمانان حیدرآباد کی اس ابتلاء آزمائش میں ہمارے دل ان کے ساتھ ہیں۔

مولانا حسرت موہانی رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی نے جو ۱۳ر شہریور کو حیدرآباد آئے ہوئے تھے ایک بیان میں فرمایا کہ وفاق اور اصلاحات حیدرآباد کے لئے بمنزلہ سم قاتل کے ہیں وفاق میں شرکت کے بعد حیدرآباد دکن کی حیثیت ایک جاگیردار کی سی ہو کر رہ جائیگی۔

مہاراجہ سر کشن پرشاد سابق وزیر اعظم کی رائے میں دنیا کی تمام بڑی بڑی حکومتیں جمہوریت کے نظام کی جانب بڑھتی جا رہی ہیں اور اس وقت ہر حکومت کی سب سے بڑی جیت اسی میں ہے کہ وہ رعایا کے خواب جمہوریت کی تعبیر کچھ ایسے مدبرانہ اسباب سے دے کہ وہ منازل ترقی پر گامزن ہونے کی اہلیت پیدا کر سکے جس جدید طرز کی اہل ملک کو بشارت دیگئی ہے وہ ملک کے مختلف مفادات کے لئے بیحد اچھوتی اور مفید ہے ونیز اس میں ایسی ہموار سطح کا پیام ہے کہ جس کا جواب موجودہ بے چینیوں کو دیکھتے ہوئے مستقبل کا امن و سکون میں رہے گا۔

اخبار مدینہ اخبار مدینہ اپنی اشاعت ۸ رجمادی الثانی میں لکھتا ہے کہ "قانون اصلاحات جس احتیاط و دانشمندی کیساتھ مرتب کئے گئے ہیں اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ حیدرآباد کے مسلمانوں کا اعتدال پسند بلکہ رجعت پسند طبقہ بھی انہیں خوش آمدید کہتا لیکن افسوس ہے کہ اس کے بجائے مسلمانوں نے روز اول سے اس کیخلاف مظاہرے شروع کئے جو کسی طرح مناسب نہیں۔

اس کے علاوہ ان اصلاحات میں مسلمانوں کے جائز حقوق کی حفاظت کا بہت غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہے جس کے بعد کسی مسلمان کو یہ شبہ بھی نہ ہونا چاہیئے کہ ان اصلاحات سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔

---

(۱) تاریخ واقعہ ۲۰ر شہریور ۱۳۴۸ف از رہبر۔ (۲) جریدۂ غیر معمولی ۲۱ر شہریور ۱۳۴۸ف م ۱۰ر جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ

روزنامہ پیام کی رائے | روزنامہ پیام اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مجوزہ اصلاحات کی تفصیلات کے ہر پہلو پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہوگی بہرحال وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ دستور موجودہ ذہنیت کے لحاظ سے آگے بڑھا ہوا ہے۔

روزنامہ مشیر دکن | روزنامہ مشیر دکن کے مدیر نے تفصیلی طور پر اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی لیکن رپورٹ اصلاحات کے بعض حصے نقل کرکے جو رائے ظاہر کی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی اعلان اصلاحات سے اتفاق ہے۔

ڈاکٹر مونجے | ہندوستان کے مشہور فرقہ پرست لیڈر مونجے ہندوؤں کے مذہبی حقوق کے دستوری تحفظ کی نسبت اظہار افسوس کرتے ہیں۔

پست اقوام کے لیڈر | پست اقوام کے لیڈر مسٹر وینکٹ راؤ لکھتے ہیں کہ مقننہ میں پست اقوام کو جو نمائندگی دیگئی ہے وہ ان کی آبادی کے مدنظر بہت کم ہے۔

کاشی ناتھ راؤ ویدیا | کاشی راؤ ویدیا کی رائے ہے کہ مقننہ میں مفاداتی نمائندگی سے نمائندہ حکومت کی جڑ پڑ پڑتی ہے۔

پٹابھی سیتارامیا | اصلاحات کی ہر اسکیم خواہ وہ کتنی ہی نیک نیت ہو نمایش ثابت ہوگی اور یہ کہ اس کے ذریعہ سادہ لوحوں کو فریب دیا گیا ہے۔

نامہ نگار ہندو مدراس | جدید دستور زمانہ کی روح کے مطابق بہتر نہیں ہے معاشی انتخاب کے عوض علاقہ واری نمائندگی کے تعبیر ہندو اپنی امنگوں کو پورا نہ دیکھیں گے۔

جریدۂ تریکال | اصلاحات توقعات سے کم ہیں۔

ساورکر صدر ہندو مہا سبھا | اصلاحات کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کو حکومت حیدرآباد کے قلب کے بدل جانے کی علامت تصور کرتے ہیں آپ مسلمانوں کو ہندوؤں کے برابر تصور کرتے ہیں۔

نیوز کرانیکل لندن | کانگریس نے وفاق سے پہلے دستوری اصلاحات کا مطالبہ کیا تھا ہندوستان کی سب سے بڑی حکومت نے اس طرف ایسا اقدام کیا ہے جو وفاق کو بہت قریب کردیگا۔

منا نچسٹر گارجین لندن | حیدرآباد کا اعلان کردہ دستور کافی غور سے مرتب ہوا ہے اور دستور پارلیمنٹری حد کے عقب میں قدیم شخصی حکومت کی حفاظت کرتا ہے اور یہ معتد بہ ترقی کی علامت ہے۔

خان بہادر علاؤالدین | سکندرآباد کے مشہور تاجر خان بہادر احمد علاؤالدین نے اصلاحات کا بڑا پرجوش خیر مقدم کیا اور کہا کہ صرف بے عمل اور خیالی حلقے ہی اس کی مخالفت کرینگے ورنہ روشن خیال لوگ سب اس کا خیر مقدم کریں گے مسلم رائے عامہ کیخلاف اس قسم کے بیان نے عوام کو اس قدر مشتعل کیا کہ ۱۶ ر شہریور کی صبح میں تاجر موصوف کے مکان کی دیوار احاطہ اور مکان کے اطراف بڑے بڑے حروف میں اصلاحات مردہ باد۔ احمد علاؤالدین مردہ باد۔ مسلم اقتدار زندہ باد کی تحریریں کسی نے لکھدیں جن کو بمشکل تمام مٹایا گیا۔

مسٹر نرسنگ راؤ | مسٹر نرسنگ راؤ ایڈیٹر رعیت دستوری اصلاحات کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کمیٹی اصلاحات کے سفارشات کے مقابلہ میں حکومت کی مجوزہ بعض تجاویز بہت آگے بڑھی ہوئی ہیں جن سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ مجوزہ اسکیم میں عوام کے اقتدار اعلیٰ کے بنیادی اصول کو جسے ہم جمہوریت کی سنگ بنیاد کہہ سکتے ہیں تسلیم فرمالیا گیا ہے معاشی

مفادات کی بنا پر مخلوط انتخاب کا طریقہ ہندوستان میں پہلا اور تجربہ کے طور پر اچھا ہے زیر بحث اسکیم میں کسانوں کو کم نمائندگی دیگئی ہے اور اس امر کو بھی ظاہر کیا ہے کہ ہر قابل ذکر ہندو جماعت مسلمانوں کی اہمیت ان کی تاریخی حیثیت اور وجود سیاسی میں ان کا مرتبۃً ان تمام امور کی معترف رہی ہے اس لحاظ سے مقننہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں جو مساوی تقسیم کیگئی ہے ہم اس کا بھی خیر مقدم کرتے ہیں۔

مسٹر ابوالحسن سید علی | مسٹر ابوالحسن سید علی صاحب وکیل و معتمد صدر مجلس اتحاد المسلمین نے جلسہ عقیدت وفاداری منعقدہ یکم رجب ۱۳۵۵ھ میں فرمایا کہ اسکیم اصلاحات میں اعلیحضرت کی ذات اور شاہی اقتدارات کو نمائندہ یا عطا کردہ اقتدار کی حیثیت سے جو تسلیم کیا گیا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا یہ ایک فتنۂ عظیم ہے جس سے ملک کو بچانے کے لئے صدر مجلس اتحاد المسلمین عملی تدابیر اختیار کر رہی ہے مجلس کا یہ سیاسی عقیدہ ہے کہ اعلیحضرت کی ذات گرامی میں تمام اختیارات اور اقتدارات مرکوز ہیں۔

عوام اور بادشاہ کے اقتدار اعلیٰ میں فرق | جس دن سے اصلاحات کا اعلان ہوا اس تاریخ سے ہندو دنیا میں یہ افواہ پھیلی کہ حکومت نے عوام کے اقتدار اعلیٰ کے اصول کو تسلیم کر لیا ہے جس سے آئندہ ذمہ دارانہ حکومت کی بنیاد قایم ہونے کی توقع ہے چنانچہ اس ضمن میں اخبار رعیت نے اپنے خیالات کو واضح الفاظ میں ظاہر کیا اور اندھرا کانفرنس کی قرارداد میں بھی اس کا خاصا ذکر ہے لیکن ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر سابق وزیر اعظم حیدرآباد دکن نے اپنے معروضہ مورخہ ۲۴ر جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ میں صراحت سے ظاہر فرمایا کہ فدوی کو اس کا افسوس ہے کہ ملک میں یہ تخیل نہ جانے کہاں سے پیدا ہوگیا کہ کونسل اور حضرت پیر و مرشد کی ذات ستودہ صفات میں کوئی حد فاصل ہے حالانکہ کونسل بادشاہ کی ہے اور بادشاہ کونسل کا اقتدار اعلیٰ ہے اور سلطنت کے نظم و نسق میں یہ اقتدار اعلیٰ سارے تغیرات سے بلند اور غیر متزلزل ہے کونسل کے اختیارات صرف مشورہ تک محدود ہیں(۱)

دستور جدید میں بھی اس کی صاف صراحت کیگئی ہے کہ مجلس مقننہ جدید کے تمام تجاویز محض سفارشی اور بعد منظوری کونسل و جلالت مآب نافذ ہوسکیں گے اس صورت میں عوام کے اقتدار اعلیٰ کا جو تصور قایم کیا جا رہا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جو کسی فرد کو کوئی اقتدار دے وہ واپس بھی لے سکتا ہے اسلئے ملک کے ہز لعزیز مہاراجہ بہادر نے زیر بحث معروضہ میں جس امر کی صراحت فرمادی ہے وہی صحیح نظر آتی ہے۔ یعنی

" ذات شاہانہ کو سلطنت کے جملہ نظم و نسق پر اقتدار اعلیٰ حاصل ہے اس لحاظ سے جو غلط تخیل پیدا کیا جا رہا ہے وہ خود بخود زائل ہوجاتا ہے اس خصوص میں اعلیحضرت جلالت مآب شاہ دکن کا حالیہ فرمان رعایاء دکن کو ساحل امید تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔

فرمان مبارک(۲) | میں کچھ عرصہ سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ عوام میں اور خصوص اون کے لیڈروں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ رئیس ایک شئی ہے۔ اور اس کی مقرر کردہ کونسل (جس میں تمام ذمہ دار عہدہ داران جن نظم و نسق ملک کے) دوسری شئی ہے یعنی بالفاظ دیگر اکثر ان دو میں نفاق و شقاق جاری رہتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ رئیس ہی ملک کے سود و بہبود کا واحد ذمہ دار ہے اور اوس کے ساتھ ساتھ اوس کے مشیر بھی۔ اور اگر کسی وقت دونوں میں کسی مسئلہ پر اختلاف رائے ہوگیا ہے تو

(۱) اخبار صبح دکن ۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۵ر مہر ۱۳۴۵ف (۲) جریدہ غیر معمولی ۳۰ر شہریور ۱۳۴۵ف م ۱۹ر جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ دنیا میں اکثر ایسا ہوا کرتا ہے کہ ہر شخص اپنے زاویہ نگاہ سے رائے دیتا ہے یا حکم لگاتا ہے دراں حالیکہ اس سے بحث نہیں کہ وہ درست ہو یا نادرست جیسے کہا گیا ہے کہ

الانسان مرکب من الخطأ و النسیان

اور اس کلیہ سے کوئی فرد بشر خالی نہیں ہے۔

الحاصل پبلک کو اچھی طرح جاننا چاہیئے کہ بسا اوقات رئیس اپنے کونسل کے مشورہ کو یا تجاویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے یہ سمجھکر کہ یہ سب اوس کے وابستگان سے ہیں اور وفادار ہیں اور یہ گروہ اوس قسم کا نہیں ہے جس نے ناعاقبت اندیشی یا خود غرضی کو اپنا شعار بنایا ہو بلکہ یہ افراد ایسے ہیں جن کے سامنے بجز وفاداری ملک و مالک اور کوئی چیز نہیں ہے۔

زیادہ العاقل تکفیہ الا شارہ

۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ شرحِ دستخط مبارک اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

ہدیۂ تشکر ۳۱ شہریور کے جریدۂ غیر معمولی کی اشاعت پر مجلس انوار المعارف نے حسب ذیل قرار داد تشکر منظور کی۔

"جریدۂ اعلان اصلاحات میں غالباً سہو قلم سے ممالک محروسہ سرکار عالی کے اقتدار اعلیٰ کا حامل عوام کو قرار دیا گیا تھا اور ملک میں عوامیت و ماباکریسی کے دور دورہ کا خطرہ پیدا ہو چلا تھا جلالت مآب حکیم السیاست نے اپنے فرمان مبارک مجریہ ۳۱ شہریور کے کے ذریعہ واضح فرمایا ہے کہ :۔

رئیس ہی جز و کل ملک کے سود و بہبود کا واحد ذمہ دار ہے اور ملک کا اقتدار اعلیٰ تاجدار آصفی ہی کو حاصل ہے۔

"الٰہی آفتاب عمر و اقبال تاباں و درخشاں باد"

خود مختاری آزادی

از مولوی محمد حمید اللہ صاحب استاذ قانون جامعہ عثمانیہ

کسی نے سچ کہا ہے کہ ماں کے پیٹ میں رحم کے تاریک قید خانے میں انسان من مانے کام کرنے کیلئے جتنا آزاد اور مختار ہوتا ہے زندگی بھر کبھی نہیں۔ سلطنتوں کی خود مختاری انسانوں کی خود مختاری کی پرچھائیں ہے اس سے بڑھکر نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ افراد رعایا کو مختلف کام کر سکنے میں اتنی کم پابندیاں ہوتی ہیں جتنی کسی مملکت کے لئے۔ مگر کیا انسان ہر کام کرنے کی آزادی رکھتا ہے؟ بچپن اور بڑھاپے کو چھوڑ دیجئے جب وہ "مردہ بدست زندہ" ہوتا ہے اور جبتک دوسرے ہم جنس اس پر رحم کھا کر خدمت نکریں وہ چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ بھی تک نہیں رہ سکتا جوانی اور توانائی کے زمانہ سے بھی بیماروں، اپاہجوں وغیرہ سب کو مستثنیٰ کر کے ان چند خوش نصیبوں ہی کو لیجئے جو قدرت کی دی ہوئی قوت کے ساتھ مادی فارغ البالی سے بھی بہرہ در ہوں ایسے لوگ بھی کیا کر سکتے ہیں جن انسانوں نے اپنی کوتاہ نظری سے اپنا کوئی مخالف نہ پاکر خدائی کا دعوی کر دیا، وہ بھی قانون فطرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے سطح زمین سے ذرا اوپر یا ذرا نیچے ان کا کوئی بس نہیں کسی دوسرے کے مال (یعنی ہوا پانی وغیرہ خدا کی ملک) سے استفادہ کرنے، غلہ اگانے، لاسلکی پر بولنے یا دیکھنے، طیاروں میں اڑنے، اور ایسی ہی ہزاروں بتانیوالی باتوں کیلئے بھی بہت سی مثبت بندیاں، بہت سی پابندیاں بہت سے "اگر" بہت سے "بشرطیکہ" لگانے پڑتے ہیں۔ یہ قدرتی پابندیاں ہیں۔ اس کو بھی چھوڑیئے۔ اگر آزادی سے مراد عطایائے فطرت سے من مانے استفادہ اور بنی آدم کے باہمی برتاؤ میں جو چاہے کر سکنا ہے تو یہاں بھی انسان آزاد نہیں۔ ہر انسان چونکہ مساوات رکھیگا اسلئے ہر شخص کو استفادے میں برابر کا حق ہوگا اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ سب کچھ

اسکا ہے دوسروں کا کچھ بھی نہیں دیکھنے کیلئے سورج کی روشنی، سانس لینے کیلئے ہوا، سردی گرمی وغیرہ میں انسان شریک ہونے پر مجبور ہیں اور اسی اشتراک کا آگے چل کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر شخص کا حق (آزادی اور خود مختاری کے متعلق) دوسرے اشخاص کے مساوی حقوق ماننے پر ہی باقی رہ سکتا ہے میرا یہ حق ہے کہ میری جائداد میں دوسرے دخل دہی نکریں مگر یہ اسی وقت قایم رہ سکتا ہے جب میں بھی دوسروں کی جائداد میں دخل نہ دوں ورنہ انتقام کیلئے وہ میری جائداد میں بھی دخل دینگے ان کو ہم نیم قدرتی پابندیاں کہیں گے۔ اس سے بھی آگے کچھ چیزیں ہیں جن کو انسانیت کی پابندیاں کہہ سکتے ہیں جھوٹ بولنا، اپنے ہم جنسوں کو تکلیف دینا یا ان کا مال چرانا اور اسی طرح کی بہت سی اخلاقی برائیاں ہیں جنھیں انسان کر تو سکتا ہے لیکن انسانیت کا تقاضا ہوتا ہے کہ نکرے۔ کچھ پابندیاں معاہداتی بھی ہوتی ہیں ان میں سے چند فریقین خوشی خوشی مول لیتے ہیں اور چند کسی نہ کسی وجہ سے گوارا کرتے ہیں کچھ عادتی پابندیاں ہوتی ہیں مثلاً جو زبان بولتا ہے اس کو بھلانا اور جو نہیں بولتا ہے اسے فوراً چشم زدن میں سیکھ لینا ممکن نہیں۔ انسانوں کی آزادئ عمل پر یہ تمام پابندیاں عائد ہوتی ہیں کسی مملکت کی خود مختاری اور آزادی میں بھی بعینہٖ یہی تمام پابندیاں پائی جاتی ہیں، کوئی بڑی سے بڑی سلطنت بھی بارش کو برسنے پر مجبور نہیں کر سکتی موسموں کی ترتیب کو بدل نہیں سکتی ہے اور بہت سی چیزیں جو نظرئیے کی حد تک کر سکتی ہے عملاً نہیں کر سکتی، کسی مملکت کی خود مختاری سے مراد یہی لیا جاتا رہا ہے کہ اپنے اندرونی اور بیرونی معاملات میں وہ کسی کی دست نگر نہ ہو، مگر اب کیا کسی بھی زمانہ میں ایسی غیر مشروط آزادی کہیں نہیں پائی جاتی ہے قدیم زمانہ کے قصہ کہانیوں کے دور کو چھوڑیئے قرون متوسطہ کے تحریری تاریخوں والے زمانہ ہی کو لیجئے۔ اسلامی ریاستیں خلیفے کی ماتحت تھیں عیسائی ریاستیں پوپ اور "مقدس رومی شہنشاہ" دونوں کی دہری ماتحتی میں تھیں اور ان ماتحتیوں کے باوجود ہم ان کو آزاد کہتے تھے حالیہ زمانوں میں جنگ عظیم کے اختتام کے بعد خود فاتح متحدین کی آزادی پر میثاق مجلس اقوام کے ذریعے پابندیاں تھیں اقلیتی رعایا کے ساتھ برتاؤ کیلئے پابندیاں تھیں ہیگ عدالت بین الممالک کے ذریعہ پابندیاں تھیں، اقرار کیلاگ کے ذریعہ جنگ نہ کرنے کی پابندیاں تھیں۔ معاہدہ سینٹ پیٹرس برگ وغیرہ کے ذریعہ پھٹنے والی گولیاں زہریلے دھوئیں، جراثیم پھینک کر وبائیں پھیلانا اور اسی طرح کی بہت سی چیزوں کے استعمال نہ کرنے کی پابندی تھی۔ انگلستان کی عدالتوں نے کسی مملکت کی خود مختاری اور آزادی کے لئے جو معنی لئے ہیں وہ ہندوستان میں ہمارے علمی اغراض کیلئے شاید سب سے زیادہ اہم ہوں اسی سلسلہ میں جوہور اور کیلانتن کے مقدمے ہمارے لئے خصوصیت سے دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ریاستیں کم و بیش اسی قسم کی ہیں جیسی ہندوستان کی دیسی ریاستیں یہ جزیرہ نما ملایا میں واقع ہیں ان کی آبادی تین چار لاکھ اور رقبہ آٹھ دس ہزار میل سے زیادہ نہیں ۱۸۹۳ء میں ریاست جوہور کے متعلق انگلستان کی عدالت مرافعہ میں یہ بحث آئی تھی کہ اسے خود مختار سمجھنا چاہیئے یا ماتحت، وزارت نوآبادیات سے دریافت پر عدالت کو بتایا گیا کہ انگلستان اور جوہور میں حلیفی کے نہ کہ برتری و ماتحتی کے تعلقات ہیں جو ۱۱ر دسمبر ۱۸۸۵ء کے معاہدہ پر مبنی ہیں کہ سلطان جوہور کے پاس بری اور بحری فوج ہے ڈاک کا انتظام ہے باقاعدہ عدالتیں انصاف رسانی کرتی ہیں سلطان خطابات اور اعزازات عطا کرتے ہیں غرض وہ بلا شبہ ان عادتی لوازم کو انجام دیتے ہیں جو مقتدر حکمران معاہدہ مذکور کے تحت یہ طے ہوا تھا کہ اسٹریٹ سٹلمنٹ کا (انگریزی) گورنر سلطان کے علاقہ کی بیرونی دشمن کے حملہ کی صورت میں حفاظت کرے اور اس غرض کیلئے انگریزی فوجوں کو ریاست جوہور کے پانیوں میں آنے جانے کی ہر طرح اجازت رہے اور معاہدہ کی فقرہ ۶ کی رو سے سلطان نے یہ پابندی منظور کی وہ کسی اجنبی سلطنت سے نہ تو معاہدات کیلئے گفت و شنید کرینگے اور نہ اس سے کوئی اقرار کرینگے"۔ ڈویژنل کورٹ نے فیصلہ کیا کہ "اگرچہ سلطان نے یہ پابندی لی ہے کہ مقتدر حکمران کے حقوق میں سے چند کا وہ صرف ایک خاص طور سے استعمال کرینگے دوسرے طور سے نہیں لیکن مگر اس سے سلطان ایک آزاد مقتدر اعلیٰ کی حیثیت سے محروم نہیں ہو جاتے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اب بھی ایک آزاد حکمراں مقتدر اعلیٰ ہیں اور ان کا بالکل اسی طرح لحاظ کیا جائیگا جس طرح کسی واقعی بڑی سلطنت کے حاکم مثلاً شاہ اٹلی یا صدر جمہوریہ فرانس کا ان پر اس ملک (انگلستان) کی عدالتوں میں مقدمہ چلنے پر کیا جاتا"۔ مرافعہ کرنے پر عدالت مرافعہ نے یہ قرار دیا کہ "معاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کی کچھ حفاظت عمل میں لانے کا ذکر ہے اور اس حفاظت کے بدلے سلطان نے اقرار کیا ہے کہ وہ کسی اجنبی سلطنت سے

کوئی معاہدے نہیں کریں گے .... مگر میری رائے میں ایسے معاہدے سے ان کا یہ اختیار سلب نہیں ہو جاتا کہ وہ اجنبی سلطنتوں سے معاہدہ کریں وہ صرف ایک طرح جس کے پورے ہونے پر ان کی حفاظت عمل میں لائی جائیگی اقرار کیا گیا ہے اگر سلطان اس شرط کو نظر انداز کر دیں تو وہ اس موعودہ حفاظت سے محروم ہو جائیں گے یا ممکن ہے کہ اس ملک (انگلستان) سے کوئی اور مشکلیں تشکیل کرنی پڑیں لیکن میرے نزدیک اس معاہدے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے سلطان جو ہوز آزاد و مقتدر اعلیٰ ہونیکی تحدید یا تردید ہو جاتی ہو۔ کیلانٹن کی ریاست سیام ما تحت تھی سنہ ۱۹۰۹ء میں سیام نے اپنے جملہ حقوق کیلانٹن کے متعلق انگریزوں کو منتقل کر دئے ڈیڑھ سال بعد کیلانٹن اور انگریزوں میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے سلطان کیلانٹن نے اقرار کیا کہ انگریزی حکومت کے توسط کے بغیر کسی خارجہ سلطنت سے کوئی تعلقات نہیں رکھیں گے اور مذہب اسلام اور ملایا رسم و رواج کو مستثنیٰ کر کے جملہ انتظامی معاملات میں مشیر کے مشورہ کو مانا کرینگے جو شاہ انگلستان کی طرف سے مقرر کیا جائے اسی طرح ریلیں لنے پر پابندیاں عائد کی گئیں اور کیلانٹن کے امن خوش انتظامی اور اعتدال انصاف و انسانیت کیا تھ حکومت ہونے کا نگران بھی انگریزوں کو تسلیم کیا گیا ایک مقدمہ میں سنہ ۱۹۲۴ء میں کیلانٹن کی حیثیت کا سوال اٹھا اور اس دفعہ بھی وزارت نو آبادیات سے دریافت کیا گیا مسٹر چرچل وزیر نو آبادیات نے جواب بھیجا کہ کیلانٹن کی حیثیت سنہ ۱۹۱۰ء کے معاہدہ کے مطابق مقرر ہوئی ہے اور یہ کہ سلطان قانون سازی کرتے ہیں باقاعدہ عدالتوں کے ذریعہ انصاف رسانی کرتے ہیں خطابات عطا کرتے ہیں اور عام طور پر بے شبہ اقتدار اعلیٰ کے عادتی لوازم کو انجام دیتے ہیں۔ دریں اور انگریزی حکومت میں دستی اور حمایت کا معاہدہ ہے دارالامراء کی انتہائی عدالت مرافعہ نے قرار دیا کہ سوال یہ تھا کہ حکمران کیلانٹن کی کیا حیثیت ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ اقتدار اعلیٰ کیلئے کچھ نہ کچھ خود مختاری کا ہونا ضروری ہے لیکن اقتدار اعلیٰ کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مکمل خود مختاری بھی ہو۔ یہ امر اقتدار اعلیٰ کے بالکل مطابق ہے کہ مقتدر اعلیٰ چند امور میں کسی دوسری سلطنت کے ماتحت ہو اور اس قسم کے اقرار یا معاہدے بھی پائے جائیں جو اس مقتدر اعلیٰ کے اختیارات کو خود اندرونی معاملات میں بھی محدود کرتے ہوں ...... جب وزیر نو آبادیات کے خط اور معاہدات کی مسلکہ نقلوں کو ملا کر پڑھا جائے تو بہت واضح ہو جاتا ہے کہ وزیر نو آبادیات پوری صفائی کیساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ سلطان کیلانٹن ایک مقتدر حکمران ہیں اور دستاویزوں کو مسلک کرنے کا مقصد صرف بتانا ہے کہ ان کا لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ کہ وزارت نو آبادیات ان دستاویزوں کو ان کا پورا وزن دے کر اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ سلطان ایک مقتدر حکمران ہیں"

یہ انگلستان کی حکومت اور عدالتوں کے خیالات ہی نہیں بلکہ فیصلے ہیں اور اتنے صاف و صریح ہیں کہ ان کے منشا کے سمجھنے میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ اس مختصر بحث سے یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ خود مختاری، آزادی، اقتدار اعلیٰ اور استقلال سے مراد قدیم زمانوں میں بھی اور حالیہ زمانہ میں بھی غیر محدود اختیارات نہیں ہیں اگر کسی سرزمین پر انسانوں کی ایک بستی ہو اور وہ ایک حکومت کے ذریعہ اپنے انتظامات انجام دیتے ہوں اور عدالتیں، فوج، سکہ، وغیرہ اس ملک میں پائے جائیں تو اسے خود مختار اور مقتدر مملکت کہا جائے گا۔ حیدرآباد چشم بد دور ان سب سے متمتع ہے بلکہ اسے خارجہ تعلقات کی بھی اجازت ہے اور شاہ انگلستان نے اسے حلیف صادق (فیتھفل الائی) بھی تسلیم کیا ہے (کیلانٹن کی طرح زیر حمایت نہیں) اسلئے اب ہمارا فریضہ ہے کہ اپنی اس آزادی اور خود مختاری کے تحفظ کی روز افزوں صلاحیت پیدا کریں ورنہ دوسروں کی مدد کی امید پر مگن رہنے والے اکثر بعد کو پچھتاتے ہیں۔ حبشہ اور البانیا کا سانحہ عبرت اور سبق کے لئے کافی ہے۔ آبادی اور رقبہ میں ترکی اور حیدرآباد میں زیادہ فرق نہیں اور ترکی گذشتہ دس ہی پندرہ سال کی کوشش میں اس قابل ہو گیا ہے کہ اپنی آپ حفاظت کرنے کے علاوہ مصر و شام وغیرہ کو بھی مدد دے سکے۔ یہ فرائض گوناگوں ہیں کچھ حکومت کے کرنے کے ہیں کچھ رعایا کے ہیں۔ اگر کسی ملک میں ہر شخص دوسروں کا انتظار کئے بغیر اپنے فرائض پر عمل خود شروع کر دے تو پھر اس ملک کی صلاحیت اور زندگی میں کوئی شبہ نہیں ÷

دَورِ عثمانی کا سب سے بڑا اور پہلا نمائشوں سے
طلائی تمغے یافتہ

محبوبیہ کارخانہ جلد سازی

رجسٹر شدہ حیدرآباد دکن

ملک کا وہ واحد صنعتی ادارہ ہے جو عرصہ گیارہ سال سے ملکی اور فنی خدمات انجام دیتے ہوئے اپنے کام کی عمدگی و نرخ کی واجبیت کی وجہ سے ہندوستان کا واحد کارخانہ مانا جا رہا ہے۔ اس کارخانہ نے فن سے متعلق بہت سے اشیا کافی تجربہ و تحقیق کے بعد دنیا کے سامنے پیش کی ہیں۔

۱۔ محبوبیہ بک پالش جلدوں کو کیڑے اور پانی کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے۔

۲۔ پیپر سیف گارڈ۔ قلمی کتابوں کی حفاظت کرتا ہے

۳۔ انتظام کتبخانہ۔ اس کتاب میں کتب خانہ سے متعلق خاص خاص ضروری معلومات پیش کئے گئے ہیں۔

۴۔ ہمہ اقسام کے مجلد کتب کی سربراہی کا انتظام کیا گیا ہے۔

شیخ محبوب قریشی بانی و مہتمم

کارخانہ

محمد عمر تاجر ادویہ یونانی

متصل مکہ مسجد روبروئے صدر دواخانہ
یونانی حیدرآباد دکن

ہماری دکان میں ہر قسم کے ادویہ مفردات اور مرکبات اور شربت ہائے صاف عرقیات تازہ مربہ جات و جواہر مشک خالص عنبر خالص زعفران، اصلی روغن بادام، خالص عرق بید مشک لاہوری و جند بیدستر لبوب کبیر جواہردار، دواءالمسک جواہردار، خمیرہ مروارید جواہردار مفرح یاقوتی، جواہردار وغیرہ بقیمت واجبی قابل اطمینان ملتے ہیں اور اضلاع کے فرمائشات بذریعہ وی۔پی روانہ کئے جا سکتے ہیں۔ شہد خالص اور روغن بادام کا خاص انتظام ہے۔

۱۔ مطلع الانوار۔ سوانح حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی ۲/

۲۔ تاریخ دستور آصفی ۱۲/

۳۔ سالنامہ نظامیہ جلد اول جس میں یوم تاسیس جامعہ نظامیہ میں پڑھے ہوئے مشاہیر کے مقالات ہے

مکتبہ مجلہ نظامیہ حسینی علم

حیدرآباد دکن

صرف ٹائیٹل مطبوعہ شمس الاسلام پریس۔

رجسٹر شدہ صفحہ ۱۴۹

حسن اور طاقت

دنیا کا کون فرد بشر ہے جسے مرغوب نہیں

ملکی شفاخانہ یونانی نے کثیر اخراجات، وافر محنت اور دل سوزی سے کام لے کر

مردوں کیلئے عورتوں کیلئے

ماکا زناکا

دو خاص دوائیں ایجاد کی ہیں جنھیں گذشتہ دنوں ہزاروں نے استعمال کر کے گم شدہ قوتوں اور زائل شدہ حسن کو از سر نو حاصل کر لیا۔ یہ ہر مزاج عمر اور حالت میں مفید اور ہر موسم میں قابل استعمال ہے۔

مفصل فوائد و اسناد کیلئے "کتابچہ معلومات" مفت حاصل کیجئے۔

ملکی شفاخانہ یونانی پتھر گٹی حیدرآباد دکن

مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس اسٹیشن روڈ